اہل علم کے درجات

﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾ [المجادلة : ۱۱]

''اللہ ایمان والوں اور اہل علم کے درجات بلند کرتا ہے۔''

ترقی اور مقامات بلند کا حصول ہر شخص کی تمنا ہوتی ہے اور ہر شخص نے ترقی کا الگ تصور ذہن میں بٹھایا ہوتا ہے۔اسی طرح ہر شخص ترقی کے لیے مختلف ذرائع اختیار کرتا ہے۔ آیت ہذا میں اللہ تعالیٰ نے ان باتوں کی وضاحت فرما دی ہے کہ ترقی کیا ہے؟ کس طرح ممکن ہے۔

۱۔ ایمان: یعنی اللہ کی وحدانیت، قیامت، ملائکہ، کتب، رسولوں اور محمد ﷺ پر ایمان۔

۲۔ علم: علم سے مراد دین کا علم ہے کیونکہ یہی علم ایسا ہے جس کے حصول کی ترغیب قرآن وحدیث میں دی گئی ہے اور یہ علم انسان محض اللہ کی خاطر حاصل کرتا ہے۔اس کا مقصود ومنشا یہ ہوتا ہے کہ اس کا اللہ اس سے کیسے راضی ہوسکتا ہے۔تو جب علم کے حصول میں ایسا ہی جذبہ کارفرما ہوگا تو اللہ بھی اپنے قول کو پورا کرتے ہوئے ایسے شخص کو عزت کے بلند مقام پر فائز کرتا ہے۔

کام چھوٹا گناہ بڑا

۴۲۔قبروں کو پختہ کرنا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((نهى رسول الله أن يجصص القبر وأن يقعد عليه وأن يبنى عليه .))

(صحيح مسلم، رقم الحديث: ٩٧٠)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ قبر کو پختہ بنایا جائے اور اس پر بیٹھا جائے اور اس پر عمارت تعمیر کی جائے۔''

۴۳۔تین دن سے زیادہ سوگ منانا:

حضرت زینب اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تحد على ميت فوق ثلاث إلا على زوج أربعة أشهر وعشرا .)) (صحيح بخاري، رقم الحديث: ٥٣٣٤، صحيح مسلم، رقم الحديث: ١٤٨٦)

''کسی ایسی عورت کے لیے یہ حلال نہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے مگر اپنے شوہر پر وہ چار مہینے دس دن تک سوگ منائے گی۔''

۴۴۔نمازی کے سامنے سے گزرنا:

حضرت ابو جہیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لو يعلم المار بين يدي المصلى ماذا عليه لكان أن يقف أربعين خيرا له من أن يمر بين يديه .)) (صحيح بخاري: رقم الحديث: ٥١٠۔ صحيح مسلم، رقم الحديث: ٥٠٧)

''نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس پر کتنا گناہ ہے تو اس کے لیے چالیس (سال) تک ٹھہرے رہنا اس کے آگے سے گزرنے سے بہتر ہو۔''

۴۵۔اللہ تعالیٰ کے ولیوں سے دشمنی رکھنے والا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إن الله قال: من عادى لي وليا فقد آذنته بالحرب .))

(صحيح بخاري، رقم الحديث: ٦٥٠٢)

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی تو اس کے ساتھ میرا اعلانِ جنگ ہے۔''

(عبدالرحیم بلتستانی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

بانی: مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ
سرپرست: مولانا ابوبکر صدیق السلفی

مسلک اہلحدیث کا داعی و ترجمان

ہفت روزہ

الاعتصام

لاہور

یکے از مطبوعات دارالدعوۃ السلفیة

12 جمادی الثانی 1433ھ جمعة المبارک 04 تا 10 مئی 2012ء

شمارہ 18 جلد 64

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج برانچ لاہور
فون نمبر : 042-3735 4406
فیکس نمبر : 042-37229802
رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12
E-Mail: al.aitisam@gmail.com

بدل اشتراک

فی پرچہ	:	-/12 روپے
سالانہ	:	-/500 روپے
بیرونی ممالک سے	:	-/200 ریال
		-/60 ڈالر امریکی

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

مفاداتی چلن

حافظ احمد شاکر

عالمی استعمار کا دنیا میں یہ فارمولا معروف تھا کہ ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' وطن عزیز کی مفاداتی چلن (جس کا رخ غلامی کے نشیب کی طرف ہے) نے ہمارے ہاں کی سیاست یا اس کے فارمولے میں یہ ترمیم کر دی ہے کہ محکوم و مقروض ممالک کو معاشی مسائل میں الجھاؤ حکومت کرو، حکم رانوں کو ''بہلاؤ اور حکومت کرو'' اس کی مثالیں تو قیام پاکستان کے بعد سے تاریخ میں محفوظ ہیں لیکن گزشتہ صدی کے دوسرے نصف کے بعد تو مثالوں کی بہتات ہونے لگی جن کو واضح اور بہت نمایاں طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ مرحوم صدر محمد ایوب خاں نے جب وطن عزیز کو صنعت کے راستے پر گامزن کر کے وطن عزیز کی معیشت کو طاغوت کے چنگل سے نکالنے کی جدوجہد شروع کر دی تو عالمی طاغوت یہ برداشت نہ کر سکا اور ترقی کرتے پاکستان کی صنعت کا پہیہ جام کرنے اور ترقی کرتے پاکستان کو دبوچنے کی دسیسہ کاریاں اس نے شروع کر دیں، جس کے لیے ظاہر بات ہے کہ کفر ہی نے اس کے کام آنا تھا۔ اب اگر کوئی یہ سمجھے کہ ۶۵ء کی جنگ بھی انہی دسیسہ کاریوں کا حصہ تھی تو اس کے دعوے یا خدشے کو جھٹلانا مشکل ہو سکتا ہے۔ پاکستان کے عوام مسلمان اور عساکر پاکستان بتوفیقہ تعالیٰ اس جنگ میں جب اپنے جذبہ جہاد سے کامیاب بایں معنی نکل آئے کہ اس جنگ سے نہ حکومت عدم استحکام کا شکار ہوئی اور نہ ہی عوام ہراساں اور پریشاں ہوئے بلکہ ان کے خوابیدہ جذبوں نے نئی امنگوں اور ترنگوں سے استحکام پاکستان میں دلچسپی لینا شروع کر دی اور پاکستانی عوام نے دل جمعی سے نئے پاکستان کی تعمیر شروع کر دی تو پھر اس نے ترقی کے نام پر وطن عزیز کو قرض در قرض کے ایسے جھمیلوں میں الجھا دیا کہ اب تک قرض کی لت نہ چھوٹ رہی ہے اور نہ ہی وہ اس کی دلدل سے نکل سکا ہے اس کے بعد اس نے مرحوم صدر ایوب خاں کو ڈیڈی کہنے والے بھٹو مرحوم کو ایوب خاں سے بھڑا اور الجھا دیا اور اس کے بعد طاغوت نے ۶۵ء کی جنگ میں طاغوت کی ناکامی کا بدلہ نئے مہرے لا کر یوں لیا کہ وطن عزیز کو دو لخت کر دیا۔

اقتدار میں آنے کے بعد بھٹو مرحوم کو تلافی مافات کا احساس ہوا، ان کے دل میں جب حبِّ وطن نے انگڑائی لی اور وطن سے وفا کی چنگاری بھڑکی تو انہوں نے ایٹمی پاکستان کی ابتدا کر دی۔ تو بھٹو مرحوم نے دشمن کی ہر رکاوٹ سے بے نیاز اور اس کی ہر دھمکی کو پس پشت ڈال کر وطن عزیز کو ایٹمی پٹڑی پر چڑھا دیا تو امریکہ نے اس کو بھی معاف نہ کیا۔ مسلم امہ کے لیے حسن اتفاق ہی کہنا چاہیے کہ روس جب برادر پڑوسی اسلامی ملک افغانستان پر حملہ آور ہوا تو جنرل ضیاء الحق نے کمزور افغان مسلمانوں کی مدد اور تعاون کی نیت سے افغانی مسلمانوں کی دامے درمے اور سخنے مدد شروع کی۔ دنیائے کفر کی استہزائی نظریں اور دنیائے کفر کے پاکستانی ذلہ خوار اس کو دیوانے کی بڑ یا مولے اور شہباز کی لڑائی قرار دیتے رہے لیکن جب طاغوت نے مسلمانوں کو بڑھتے اور واحد حریف کو پٹتے دیکھا تو پھر وہ اس جنگ میں خود بخود اس طرح داخل ہوا کہ پھر وہ دخیل ہی ہوتا چلا گیا اور ہم بھولے بادشاہ اس کے مفاداتی تعاون کو رد نہ کر سکے اور نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ کے ثمرات جب حاصل کرنے کا وقت آیا تو پھر اس نے سیاستدانوں کو جمہوریت کی دیوی سے لبھا کر مسحور کر دیا اور جنگ کے ثمرات کفر اچک بھی لے گیا اور جنگ افغانستان کے سارے کرداروں اور رازداروں کو اپنے سفیر کا چڑھاوا چڑھا کر یک لخت ڈھیر بھی کر دیا اور وطن عزیز میں سیاستدانوں اور عساکر کو باہم الجھانے کی کوشش بلکہ سازش کی جس کو دل دردمند رکھنے والے داناؤں نے مشاورت سے ناکام بنا دیا۔ پھر اس نے سیاستدانوں کو مفاداتی اقتدار کے فیڈر سے بہلانا بلکہ باری باری بہلانا شروع کر دیا اور اس کو جب اپنا ایک مطلوب و مقصود مل گیا اور دوسرے کو اس نے اپنے سانچے میں فٹ کرنے کے لیے جیل کی بھٹیوں میں پگھلا کر تیار کرنا شروع کر دیا۔ سیاستدان تو حاکم کے چھوٹے چھوٹے ارشادات کی تعمیل سے بہلتے رہے۔ اس چنیدہ (مشرف) شخصیت کو بھی اس نے تو شاید بہلانا ہی چاہا ہو گا لیکن اس سگ بہ ست سید نے خود سپردگی کی ایسی وضع اختیار کی کہ یہ شاہ سے زیادہ شاہ کا وفادار ثابت ہو۔ جس کے نتیجہ میں دوست

نمادشمن نے مسلم امہ کی تعبیروں کواس طرح ریزہ ریزہ کردیا کہ اب بات ''لمحوں کی خطاصدیوں کی سزا'' تک پہنچ چکی ہے۔

ویسے توشکست روس کے بعد عالمی سیاست کا منظرنامہ یوں تبدیل ہوکر رہ گیا تھا کہ برسوں سے جاری سرد جنگ کاایک حریف ہار چکا تھااور جیتنے والے کے مقابل کوئی حریف نہ رہا تھا۔۱۲را کتوبر کے خلائی انقلاب کے بعد طوطا چشم اوراحسان ناشناس فتح مندفریق نے جس قوم کے توسط سے فتح پائی تھی اس کو ہی اس نے نشانے پررکھ لیا۔ کیوں کہ اس نے دیکھا کہ جنگ افغانستان میں روسی تو صرف وسعت مملکت اور کمزوروں پرتسلط کے لیے صرف تنخواہوں کی خاطر جنگ لڑرہے تھے۔روسیکمال کے جنگجوہوں گے،مضبوط اور بہادر بھی ہوں گے لیکن تھے وہ صرف لڑاکے سورما،جب کہ ان کے مقابل جذبۂ جہاد سے سرشاراور جنت کی طلب گاروہ قوم تھی جس کا شعار ہی یہ تھا کہ رب کی دھرتی پہ رب کانظام ہونا چاہیے۔اس جنگ سے روس پر فتح کے ساتھ صلیبی استبدادکووہ نکتہ بھی سمجھ آ گیا کہ جب تک مسلمانوں کے دل میں جذبہ جہاد ہے اس کوزیرکرنا ممکن نہیں یہاں بھی وہی صلیبی ذہنیت بیدار ہوئی جس کا ادراک اس کو ۱۸۵۷ء کے بعد ہوگیا تھا کہ کسی بھی طرح مسلمانوں میں شوق جہاد معدوم کردیا جائے جس کے لیے اس نے جعلی نبوت کی نیواٹھائی۔ ہندوستان کے ہنستے بستے مسلمانوں میں فرقہ واریت کا زہر بویا،خاکساروں پرظلم وستم ڈھا کراپنی قوت واستبداد کا دبدبہ بٹھایا لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کے قربان جایئے کہ روسی استبداد کی جارحیت کی کوکھ سے جہاد کی جلتی بجھتی چنگاری سلگنے لی۔۱۲را کتوبر کے نتیجہ میں آنے والی حکومت بلکہ اس کے حکمران نے آتے ہی نہ صرف علماء دین،طلبائے دین اور مدارسِ دینیہ کواپناہدف بنالیا۔اس نے تعمیر مساجد کے لیے ایسی حدود وشرائط کا اجراءبھی کردیا شایداس کے دل میں یہ خیال ہوگا کہ اس سے مسلمانوں کا یہ جذبہ اگرختم نہ ہواتو کم ازکم ماندضرور پڑ جائے گا۔لیکن اس عرصے میں واللہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون کے ایسے ایسے ایمان افروز مناظر دیکھنے میں آئے جسے صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت مطلقہ ہی کہا جاسکتا ہے۔

اسی دوران اسامہ نامی ہیولی کے نام پر افغانستان میں راکٹ بھی داغے گئے کچھ عرصہ بعد جب اللہ تعالیٰ کے تکوینی امر سے ۹/۱۱ کا واقعہ ظہور پذیر ہوگیا تواس کے بعد مسلمانوں کے دوست نمادشمن یعنی امریکہ کا بغض مسلم عیاں ہوکر سامنے آ گیا پھر افغانستان میں خون مسلم کی ایسی ارزانی ہوئی جورقص بسمل جیسی خونی اصطلاحوں کی ایجاد کا سبب بن گئی۔اس کے بعد جب بےنظیر پاکستان آئیں توان کوخوف میں مبتلا کرنے کے لیے ان پرحملہ کرادیا اس میں ناکامی کے بعد طاغوت نے جب محسوس کیا کہ ان کے دل میں پاکستان سے وفا اور عوام کی محبت جنم لینے لگی ہے تو ان کو بھی زندہ نہ چھوڑا۔حقیقی جمہوریت یا اعتدال پسند دورحکومت میں تقریباً ہرسیاسی اور مذہبی قیادت کوخلائی حکمران نے مفادات اورعہدوں سے بہلائے رکھا حتی کہ جب جامعہ حفصہ پرشب خون مارنے کی تیاری کی جارہی تھی اس وقت قوم کی معصوم بچیوں کوظالموں کے رحم وکرم پرچھوڑ کرا ے۔پی۔سی کے نام پراجتماع میں اس وقت کے تمام سیاسی ومذہبی لیڈربی جمہوریت کے حصول میں انگلینڈ چلے گئے تھے۔۹/۱۱ کے بعد وہ کون ساظلم ہے جوامریکہ نے مسلمانوں پرعموماًاور پاکستان پرخصوصاًروانہیں رکھا۔لیکن کسی لیڈرنے اگراسلام کے لیےنہیں توپاکستان کے لیے یاپاکستانی عوام کی خاطرکوئی مفادٹھکرایا؟ کوئی عطاواپس کی بلکہ مشرف کی ایمان دشمن اورعوام دشمن پالیسیوں کے باوجوداس کی باعزت یعنی گارڈآف آرنر کے ساتھ واپسی!اوراب سانپ گزرجانے کے بعدتمام سیاسی لیڈرلکیر پیٹ رہے ہیں۔لیکن عالمی طاغوت کی پالیسی کہیے یااس کی شیطانی ذہانت کہ وہ جاتے جاتے اپنے لیے کلمہ ہائے خیر کی فضااس طرح چھوڑ گیا کہ بعض لوگ اس کواس حدتک بہتر کہنےاورسمجھنے لگ گئے ہیں کہ رحم اللہ النباش الاوّل کا تاریخی مقولہ دوبارہ زندہ ہورہا ہے۔میدان سیاست کے خالص پاکستانی سیاستدان بلی کوآتے دیکھنے والے کبوتر کی طرح بم دھماکوں،خودکش حملوں مہنگائی اور بدامنی دیکھنے کے باوجود آنکھیں بند کیےاپنی باری کاانتظارکررہے ہیں اوروطن عزیز میں پیش آنے والے ہراہم موقع پران کوبیرونِ وطن ضروری کام یادآجاتے ہیں۔

کراچی میں نیوی پرحملہ مختلف اہم عسکری اورسیکورٹی مقامات پرحملے مختلف شمالی علاقوں میں ڈرون اورخودکش حملےاورآخر میں ایبٹ آباد میں اسامہ پرحملہ،سلالہ چیک پوسٹ پرشب خون وغیرہ سے عوام الجھتے رہےلیکن وہ سیاستدانوں حکمرانوں کو بہلاتا رہا ایسے موقع پرکسی سیاستدان نے ملی ودینی غیرت کا ثبوت دیا؟ کیا سب اپنے اپنے مفادات سے بہل ہی نہیں رہے؟

درس قرآن

قسط نمبر ۲۱

تفسیر سورۂ یٰس

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿اتبعوا من لا یسئلکم اجرا﴾ یہ ان رسولوں کی پیروی کے حق میں اور ان کی صداقت میں دو دلیلیں ہیں:

۱: ایک ان کی سیرت و کردار کہ اس دعوت میں ان رسولوں کا کوئی ذاتی مفاد نہیں۔ وہ تم سے کسی اجر کا اور کسی سیادت و ریاست کا مطالبہ نہیں کرتے بلکہ وہ محض اپنی ذمہ داری نبھانے کے لیے یہ ڈیوٹی سرانجام دے رہے ہیں، اور اس راہ میں تمام دکھ درد خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں۔ یہاں بھی ان کی جس خصوصیت کا ذکر ہے یہ وہی ہے جو جا بجا قرآن مجید میں انبیائے کرام کے حوالے سے بیان ہوئی کہ ﴿لا أسئلکم علیہ اجرا﴾ ''میں اس دعوت پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا۔'' ''مردِ حق'' کا یہی وصف ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ تینوں رسول تھے۔ یوں نہیں کہ تیسرے کا بطور رسول ذکر تغلیباً ہوا ہے۔

۲: ﴿وھم مھتدون﴾ دوسری دلیل یہ کہ وہ ہدایت پر ہیں۔ انھی کی راہ راہِ حق ہے اور ان کی دعوت دلیل و برہان پر مبنی ہے، لہٰذا جب ان کا اَخلاق و کردار درست ہے اور ان کی دعوت میں کوئی خودغرضی اور لالچ بھی نہیں اور وہ راہِ ہدایت پر ہیں تو ایسے بے لوث بزرگوں کی اتباع کرنی چاہیے۔

یہ دونوں دلیلیں اس بات کی مُشعِر ہیں کہ وہ مردِ حق ان رسولوں کے احوال سے اور ان کی دعوت سے پوری طرح آگاہ تھا مگر اپنے ایمان کے اظہار سے پہلے اس نے اپنی قوم کو نصیحت کی اور رسولوں کی اتباع کا مشورہ دیا کیونکہ وہ دوڑتا ہوا نصیحت کے لیے آیا تھا اور رسولوں کی مخالفت کی بجائے ان کی اتباع اس کا اصل مقصود تھا۔

﴿وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ۝ اِنِّيْٓ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِنِّيْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ۝﴾

[یٰس: ۲۲-۲۵]

''اور مجھے کیا ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور اس کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ کیا میں اس کے سوا ایسے معبود بنا لوں کہ اگر رحمان میرے بارے میں کسی نقصان کا ارادہ کرے تو اس کی سفارش میرے کسی کام نہ آئے گی اور نہ وہ مجھے بچائیں گے۔ یقیناً میں تو اس وقت ضرور کھلی گمراہی میں ہوں گا۔ بے شک میں تمھارے ربّ پر ایمان لایا ہوں، سو مجھ سے سنو۔''

اس مردِ مومن کی دعوت اور رسولوں کی ہمنوائی کا سن کر کفار کو تعجب ہوا کہ یہ ان کا ہمنوا کہاں سے نکل آیا ہے۔ امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے پوچھا: کیا تم ان رسولوں کے دین پر ہو؟ تو ان کے جواب میں مردِ مومن نے فرمایا: میں اس کی بندگی کیوں نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے، عدم سے وجود بخشا ہے، یعنی جب پروردگار وہی ہے کوئی دوسرا نہیں تو عقل و فکر کا بھی یہی تقاضا ہے کہ اسی کی عبادت کی جائے۔ اللہ کے علاوہ باقی سب مفطور و مخلوق ہیں۔ مخلوق کو چاہیے کہ وہ اپنے خالق کی پرستار بنے، نہ کہ مخلوق مخلوق کی عبادت گزار بن جائے۔ اس میں اشارہ ہے کہ جو خالق ہے وہی مستحق عبادت ہے۔ قرآنِ مجید کی ابتدا میں مومن، کافر اور منافق کے عقیدہ و طرزِ عمل کی وضاحت کے بعد جو پہلی دعوت ہے وہ اسی حوالے سے ہے:

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [البقرة: ۲۱]

''اے لوگو! اپنے ربّ کی عبادت کرو جس نے تمھیں پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے تھے، تاکہ تم بچ جاؤ۔''

یہی مضمون قرآنِ مجید میں کئی بار آیا ہے کہ عبادت اس کی جس نے پیدا کیا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علاوہ جن کی عبادت کی جاتی ہے ان کے بارے میں یہ وضاحت بار بار بیان ہوئی ہے کہ انھوں نے کوئی چیز پیدا نہیں کی، چنانچہ ایک جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا يَمْلِكُونَ لِأَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيَاةً وَلَا نُشُورًا ○﴾ [الفرقان: ۳]

''اور انھوں نے اس کے سوا اور معبود بنا لیے جو کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں، اور اپنے لیے نہ کسی نقصان کے مالک ہیں اور نہ نفع کے اور نہ کسی موت کے مالک ہیں اور نہ زندگی کے اور نہ اٹھائے جانے کے۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿أَمْ جَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوا كَخَلْقِهِ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ قُلِ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ [الرعد: ۱۶]

''یا انھوں نے اللہ کے لیے کچھ شریک بنا لیے ہیں جنھوں نے اس کے پیدا کرنے کی طرح پیدا کیا ہے تو پیدائش ان پر گڈ مڈ ہوگئی ہے؟ کہہ دیجیے اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی ایک ہے، نہایت زبردست ہے۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ زمین وآسمان اور زمین میں حیوانات کو پیدا کرنے، بارش اور اس کے ذریعے طرح طرح کی کھیتیوں کو اُگانے کا ذکر کر کے فرمایا ہے:

﴿هَذَا خَلْقُ اللَّهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ بَلِ الظَّالِمُونَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾ [لقمان: ۱۱]

''یہ ہے اللہ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ کہ ان لوگوں نے، جو اس کے سوا ہیں، کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔''

تقریباً یہی بات سورۂ فاطر کی آیت نمبر (۳) میں کہی گئی ہے۔ اس کی وضاحت میں جو ہم لکھ آئے ہیں، اس پر بھی ایک نظر ڈال لیجیے۔ [1]

یہاں بھی اس مردِ مومن کا یہی کہنا ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا! امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس نے یہ نہیں کہا کہ تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اس کی عبادت نہیں کرتے جس نے تمھیں پیدا کیا ہے، اس لیے کہ یوں کہنے کا نتیجہ اوّل وہلہ میں یہ ہے کہ انھیں گمراہ اور خطا کار قرار دیا جائے، پھر انھیں کہا جائے کہ تم اللہ کی عبادت کیوں نہیں کرتے جس نے تمھیں پیدا کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اپنی گمراہی کا سن کر مخاطبین اشتعال میں آجاتے ہیں اور مخالفت پر اُتر آتے ہیں اور کوئی بات سننے کے لیے آمادہ نہیں ہوتے۔ اس لیے اس مردِ مومن نے حکیمانہ اسلوب اختیار کیا کہ اس نے نصیحت کے طور پر اپنے آپ کو مخاطب بنایا مگر مقصود قوم کو نصیحت کرنا اور ایک حقیقت کی طرف توجہ دلانا ہے۔ لیکن اس قول کو اگر قوم کے سوال کا جواب قرار دیا جائے جیسا کہ امام قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے تو پھر اس توجیہ کی ضرورت نہیں رہتی۔

﴿واليه ترجعون﴾ یہاں "إليه أرجع" (اسی کی طرف مجھے لوٹنا ہے) نہیں کہا بلکہ فرمایا: ﴿اليه ترجعون﴾ ''کہ اس کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔'' اس لیے کہ یہ بطورِ تنبیہ وتہدید کے فرمایا ہے کہ جس نے تمھیں پیدا کیا ہے اس نے پیدا کر کے آزاد نہیں چھوڑا، اس نے سب کو اپنی بندگی کے لیے پیدا کیا ہے۔ رب کی بندگی آج تمھیں ناگوار گزر رہی ہے۔ ایک دن آنے والا ہے کہ اسی کے حضور تمھیں حاضر ہونا ہے۔ اس روز یہ حقیقت منکشف ہوجائے گی کہ

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے الاعتصام: جلد:۶۳۔ شمارہ:۱۷۔ قسط نمبر:۱۰۔ مجریہ: ۲۹/ اپریل تا ۵) مئی ۲۰۱۱ء

اللہ کے علاوہ جن کی تم عبادت کرتے ہو اُن کی پوزیشن کیا ہے اور تمھیں تمھارے شرک وکفر کا نتیجہ بھی مل جائے گا۔

امام رازی رحمہ اللہ نے یہاں بھی حسب طبع عجیب بات فرمائی ہے کہ ﴿الیہ ترجعون﴾ میں خوف کے ساتھ ساتھ رجا اور امید کا پہلو بھی ہے۔ کیونکہ جس کے ہاں پہنچنا ہے اس سے خوف بھی ہے اور اس سے امید بھی وابستہ ہے۔ اس کا لطیف پہلو یہ ہے کہ عبادت گزار کی تین نوعیتیں ہیں:

۱: وہ اللہ کی اس لیے عبادت کرتا ہے کہ وہ معبود ہے یا مالک ہے۔ اسے اس سے کوئی سروکار نہیں کہ عبادت کے نتیجے میں اسے کچھ ملتا ہے یا نہیں ملتا۔ جیسے غلام ہے، اس پر اپنے مالک کی خدمت واجب ہے، خواہ اُسے کچھ ملے یا نہ ملے۔

۲: وہ عبادت اس لیے کرتا ہے کہ اللہ کے اس پر بے شمار انعامات ہیں۔

۳: وہ عبادت اللہ کے عذاب سے خوف اور ڈر سے کرتا ہے۔

اس مردِ مومن نے پہلی قسم کے عبادت گزاروں میں ہونے کا تأثر دیا کہ میں اللہ کی اس لیے عبادت کرتا ہوں کہ اس نے مجھے پیدا کیا، عدم سے وجود بخشا ہے، وہ میرا مالک ہے، اس لیے اس نے کہا:

﴿وَمَا لِيَ لَآ أَعۡبُدُ ٱلَّذِي فَطَرَنِي﴾

مگران کے بارے ﴿والیہ ترجعون﴾ کہہ کر انھیں خوف دلایا کہ تم بھی اس سے ڈرتے ہوئے اور اس کی رحمت پر اُمید کے سہارے اس کی عبادت کرو، اس کی تم عبادت کیوں نہیں کرتے۔



درسِ حدیث

توفیق الباری

"الادب المفرد" للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ
تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیو کرول شالامار باغ۔لاہور)

١٢٤١ . عن أنس قال: كان النبي ﷺ إذا أوى إلى فراشه قال: ((الحمد لله الذي أطعمنا وسقانا وكفانا وآوانا، كم ممن لا كافي له ولا مؤوي .))

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر پر سونے کے لیے تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھتے: ''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہم کو کھلایا، پلایا اور ہمیں کافی ہوگیا اور ہمیں ٹھکانا دیا اور بہت سے ایسے ہیں جن کا کوئی کفایت کرنے والا نہیں اور جن کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔''

١٢٤٢ . عن جابر قال: كان رسول الله ﷺ لا ينام حتى يقرأ: ﴿الٓمٓ، تنزيل﴾، و ﴿تبارك الذي بيده الملك﴾ . وقال أبو الزبير: فهما تفضلان كل سورة في القرآن بسبعين حسنة، ومن قرأهما كتب له بهما سبعون حسنة، ورفع بهما له سبعون درجة، وحط بهما عنه سبعون خطيئة .

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ﴿الٓمٓ، تنزیل﴾ اور ﴿تبارك الذي بيده الملك﴾ پڑھے بغیر نہیں سوتے تھے۔ ابوالزبیر کہتے ہیں: جو انھیں پڑھے گا اسے ستر نیکیوں کا ثواب ملے گا اور اس کے ستر درجے بلند ہوں گے۔ اسی کی وجہ سے اس کے ستر گناہ معاف کیے جاتے ہیں۔''

١٢٤٣ . عن أبي الأحوص قال: قال عبد الله [هو ابن مسعود]: النوم عند الذكر من الشيطان، إن شئتم فجربوا إذا أخذ أحدكم مضجعه وأراد أن ينام فليذكر الله عزوجل .

''ابوالاحوص کہتے ہیں: حضرت عبداللہ نے کہا: ذکر کے وقت نیند کا آنا شیطان کی طرف سے ہے۔ اگر تم چاہو تو تجربہ کرو۔ جب کوئی تم میں سے سونے کے لیے اپنے بستر پر آئے تو اس کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔''

١٢٤٤ . عن جابر قال: كان النبي ﷺ لا ينام حتى يقرأ ﴿تبارك﴾ و ﴿الٓمٓ، تنزيل﴾ السجدة .

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت تک نہیں سوتے تھے کہ جب تک سورت ''تبارك الذی'' اور ''الٓمٓ تنزیل'' سجدہ نہ پڑھ لیتے تھے۔''

١٢٤٥ . عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: ((إذا أوى أحدكم إلى فراشه فليحل داخلة إزاره، فلينفض بها فراشته، فإنه لا يدري ما خلف في فراشه، وليضطجع على شقه الأيمن وليقل: باسمك وضعت جنبي، فإن احتبست نفسي فارحمها، وإن أرسلتها فاحفظها بما تحفظ به الصالحين))، أو قال:

((عبادك الصالحين .))

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی اپنے بستر پر آئے تو اس کو چاہیے کہ اپنی چادر کے ایک حصے سے اپنے بستر کو جھاڑ لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے بستر پر کیا ہے اور اس کو چاہیے کہ اپنی داہنی کروٹ پر لیٹتے ہوئے یہ دعا پڑھے: اے اللہ! میں تیرا نام لے کر اپنا پہلو رکھتا ہوں۔ اگر تُو میرے نفس کو قبض کرے تو اس پر رحم فرما اور اگر تُو میرے نفس کو چھوڑ دے، یعنی سونے کے بعد بیدار کردے تو اس کی حفاظت فرما جیسے کہ صالحین یا کہا کہ اپنے صالح بندوں کی حفاظت کرتے ہیں۔''

١٢٤٦ . عن البراء بن عازب قال: كان النبي ﷺ إذا أوى إلى فراشه نام على شقه الأيمن ثم قال: ((اللهم وجهت وجهي إليك ، وأسلمت نفسي إليك ، وألجأت ظهري إليك رهبة ورغبة إليك لا منجى ولا ملجأ منك إلا إليك ، آمنت بكتابك الذي أنزلت ونبيك الذي أرسلت)) قال: ((فمن قالهن في ليلة ثم مات مات على الفطرة .))

حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر آتے تھے تو دائیں پہلو پر لیٹتے تھے اور کہتے تھے: ''اے اللہ! میں نے تیری طرف اپنا چہرہ کیا اور اپنے نفس کو تیرے سپرد کیا اور تیرے سامنے اپنی پشت کو جھکایا، تیرے ڈر اور تیری طرف رغبت کے ساتھ، تیرے سوا کوئی جائے امید نہیں اور تیرے سوا کوئی جائے پناہ نہیں۔ میں تیری کتاب پر ایمان لایا جو تو نے اتاری ہے اور تیرے نبی پر ایمان لایا جس کو تو نے بھیجا ہے جو ان کلمات کو پڑھ لے گا پھر اس رات اس کو موت آجائے تو وہ دین فطرت یعنی اسلام پر مرے گا۔''

١٢٤٧ . عن أبي هريرة قال: كان رسول الله ﷺ يقول إذا أوى إلى فراشه: ((اللهم رب السمٰوات والأرض ، ورب كل شيء ، فالق الحب والنوى ، منزل التوراة والإنجيل والقرآن ، أعوذ بك من شر كل ذي شر أنت آخذ بناصيته ، أنت الأول فليس قبلك شيء ، وأنت الآخر فليس بعدك شيء ، وأنت الظاهر فليس فوقك شيء ، وأنت الباطن فليس دونك شيء ، اقض عني الدين واغنني من الفقر .))

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر جلوہ افروز ہوتے تو یہ دعا پڑھتے: ''اے پروردگار! آسمانوں اور زمین کے ربّ اور اے پالنے والے ہر چیز کے! بیجوں اور گٹھلیوں کو پھاڑ کر پھل پھول پیدا کرنے والے! تورات، انجیل اور قرآن کے نازل کرنے والے! میں تیری پناہ چاہتا ہوں ہر بُرے کی بُرائی سے جن کی پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے۔ تُو اوّل ہے، تجھ سے پہلے کچھ نہیں۔ تُو آخر ہے، تیرے بعد کچھ نہیں۔ تُو ظاہر ہے، تیرے اوپر کچھ نہیں۔ تُو باطن ہے، جس کے اندر کچھ نہیں۔ میرا قرض ادا کردے اور فقر سے مجھے غنا عطا کردے۔''



دعائے صحت

حافظ بلال (احمد درویش) کی اہلیہ محترمہ گزشتہ دنوں سے علیل ہیں۔ گینٹھیا کا مرض لاحق ہے۔ احباب سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

(۱۱)

جرعات

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

علم اسماء الرجال کی تاریخ اتنی واضح، روشن اور بے مثال ہے کہ دنیا کا کوئی مذہب اور دین اس کی مثال پیش نہیں کرسکتا۔ محدثین عظام رحمہم اللہ احادیث روائت کرنے میں جہاں ایک ایک لفظ نقل کرنے میں احتیاط کیا وہاں ایک ایک راوی کے عمل و کردار اور حفاظت وصیانت کا خیال بھی رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی یہ طبقہ حدیث ومحدثین پر کوئی ایسی دلیل تو کجا سوء ظن بھی پیدا نہ کرسکا جس سے اس وحی غیر متلو، ان کے خدام کسی تشکیک کی زد میں آسکیں۔ یہ عمل گریز طبقہ ہمیشہ کی طرح ہمارے معاشرے میں اب بھی موجود ہے کہ یہ طبقہ کہیں قرآنِ حکیم کو عرب کے جاہلی ادب کی ساز پر چڑھاتے ہیں اور کہیں حدیث پاک کو عقل کی عینک سے دیکھتے ہیں۔ ان کی تاریخ دیکھیں تو کہیں یہ مستشرقین کے استشراقی چشمے سے قرآن وحدیث کا مطالعہ کرتے ہیں اور کہیں قرآن وحدیث کے تراجم سے عمل گریزی کی غیر مطلوب فقہ تراشتے ہیں۔ مولانا رحمہ اللہ کی عقابی نظر ان کے افکار ونظریات کو پاتال سے نکال کر اہل علم کی خدمت میں پیش کرکے علماء حدیث ان کو دعوت فکر دیتے ہیں۔ آیئے آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ (احمد شاکر)

جب سے پاکستان کی دستوری فضا میں لاکمیشن کا چرچا ہوا ہے اس کے دانا دشمنوں کا ایک مخصوص اور قلیل طبقہ پَر پُرزے نکال کر میدان میں آ گیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اس ملک کو کسی اعتبار سے بھی شاید مستحکم دیکھنا پسند نہیں کرتے، اور چاہتے ہیں کہ سیاسی طور پر جس طرح اس کا نظام ڈانواں ڈول اور انگریز بہادر کے کاسۂ لیسانِ ازلی ووفا کیشانِ سرمدی کے رحم وکرم پر ہے، اسی طرح قانونی حیثیت سے بھی پاکستان انتشار واضطراب کے گرداب میں ہمیشہ کے لیے پھنسا رہے۔

چنانچہ ادارہ طلوعِ اسلام کراچی اور ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور، دونوں اس موقع پر پھر سے سرگرم ہوگئے ہیں۔ دونوں اس ''نقطہ ماسکہ'' پر متفق ہیں کہ دستورِ پاکستان میں رسولِ کریم ﷺ کے ارشادات واَفعال کو ضابطہ زندگی کی بنیاد (قانونی ماخذ کی حیثیت) ماننے سے ہر صورت روکا جائے، اور اس کی بجائے ''برسر حکومت پارٹی''، جسے یہ لوگ ''مرکز ملت'' کا نام دیتے ہیں، کو یہ اختیار دے دیا جائے کہ وہ باہم گٹھ جوڑ، جس پر ''شوریٰ'' کا نقاب ڈال دیا گیا ہے، سے قرآنِ مجید کو حسبِ ضرورت ''استعمال'' میں لائیں۔ جیسے جیسے ''مرکز ملت'' بدلتے جائیں ویسے ویسے قرآنی استعمالات بھی بدلتے چلے جائیں، یعنی ایک ''مرکز ملت'' ایک طرح کا ''قرآنی نظام صلاۃ وزکاۃ'' تجویز اور ''قرآنی معاشرہ'' قائم کرے تو دوسرا دوسری طرح کا اور تیسرا تیسری قسم کا۔

پرویز صاحب کے انکارِ حدیث کی مہم اسی محور کے گرد گھومتی ہے جس پر حال ہی میں آپ نے ایک مضمون ''اسلام میں قانون سازی'' بھی کتابی شکل میں شائع کیا ہے۔ اور اکتوبر ۱۹۵۷ء میں لاہور آ کر ایسا ہی ایک لیکچر بھی داغ دیا ہے۔

اس تگ ودو کا مقصد یہ ہے کہ قرآن سمجھنے اور اس کو عملی زندگی میں نافذ کرنے کے لیے معیارِ خطا وثواب ومدارِ حق وباطل سنت نبویہ اور فہمِ صحابہ وائمہ دین کی بجائے مغرب کے ڈکشنری نویسوں اور ان مغرب زدہ صحافیوں کی ''درایت وفہم'' کو قرار دیا جائے۔ ظاہر ہے اگر قرآنی قانون سازی ایسے ہی قرآن فہموں کے ہاتھ دے دی جائے تو قانونی انتشار واضطراب کے سوا اس کا اور کیا نتیجہ نکل سکتا ہے!

''کرسی اقتدار'' یا ''مرکز ملت'' کے دوسرے محافظ ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور کے خلیفہ عبدالحکیم صاحب عنوان ''تجدید واِحیاء'' کے تحت لکھتے ہیں:

''قرآن معدودے چند قوانین پر مشتمل تھا۔ اس کا نہایت اہم حصہ وضع قوانین کے چند بنیادی اصول تھے جو نہایت

صاف اور بڑے ترقی پسند تھے۔ قرآن کے بعد قانون سازی کا دوسرا ماخذ آنحضرت کے اقوال وافعال تھے۔ یہ ماخذ نہایت غیر یقینی اور بے ترتیب تھا جو چھ یا زائد نسلوں کی زبانی ترسیل وارسال کے واسطوں سے پہنچا تھا جس کو جہالت، مستقل ذاتی مفادات اور فرقہ واری نزاعات نے مسخ کردیا تھا۔ اور جو قطعی اور قابل اعتماد معیارِ عمل قرار نہیں دیا جاسکتا تھا۔'' (ثقافت، ص:٩، نومبر ١٩٥٧ء)

آگے چل کر ''متجد دین'' کے طبقوں کا ذکر کرتے ہوئے ''در حدیث دیگراں'' کے انداز سے لکھتے ہیں:

''آنحضرت ﷺ کے طریقوں اور فیصلوں کا پتہ چلانا دشوار ہے کیونکہ احادیث کا ذخیرہ یکساں اصول پر مبنی نہیں ہے۔ اور صریح اضافہ والحاق کے علامات ظاہر کرتا ہے۔ اگر یہ تحقیق بھی جائز ہوجائے کہ آنحضرت ﷺ نے کسی خاص موقع پر کسی خاص طرح عمل فرمایا تھا تو اس کو صرف موقتی اہمیت دی جائے گی۔'' (ص:١٤، نومبر ١٩٥٧ء)

خلیفہ صاحب کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث محفوظ ہے ہی نہیں، اور ہر حدیث کے ''مسخ'' ہونے اور اس میں ''صریح اضافہ والحاق'' ہونے کا احتمال قوی ہے۔ لیکن اگر بدقسمتی سے کوئی حدیث ان ''مفاسد'' سے بچ نکلنے میں کامیاب بھی ہوجائے تو وہ صرف اسی زمانے کے لیے آپ ﷺ کا ''خاص عمل'' تھا، یعنی بہر صورت سنت قانونی ماخذ نہیں ہوسکتی۔ رہا قرآن کا ماخذ قانون ہونا تو اس کی جوگت بنے گی اس کی ترجمانی ''متجد دین'' کی زبان سے یوں کی گئی ہے:

''قرآن میں جن معاشرتی حالات سے قوانین بحث کرتے ہیں وہ اس وقت کی صورتِ موجودہ کے لحاظ سے تھے، اس لیے یہ قوانین نہیں بلکہ ان کے پس پردہ جو اساسی اصول کار فرما ہیں وہی مذہب کے ہمیشہ قائم رہنے والے اجزاء ہیں۔''

(ص:١٢، نومبر ١٩٥٧ء)

یعنی قرآن کا ایک بڑا حصہ بھی صرف وقتی تھا، لہٰذا وہ بھی مستقل قانونی ماخذ بننے کے قابل نہیں۔ اس کی حیثیت بھی محض راہنما اُصول کی ہو اور بس۔

ان خوش فہم حضرات پر واضح ہوجانا چاہیے کہ اس فتنے کی ابتدا میں مستشرقین کے اس پھیلائے ہوئے مغالطے سے کہ حدیثیں غیر محفوظ ہیں اور کئی صدیاں عہد نبوی کے بعد وجود میں آئیں، ممکن ہے کچھ لوگ دھوکا کھا گئے ہوں۔ اب ان شاء اللہ ان کا اور ان کے آپ جیسے شاگردوں کا یہ جادو نہیں چل سکے گا۔ حقائق واضح ہوکر اب سامنے آگئے ہیں اور یہ دلائل وبراہین ثابت ہوچکا ہے کہ قرآن وحدیث پر مشتمل جس شریعت کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا اسے صحابہ، تابعین، ان کے محدثین کرام وفقہائے عظام کے ذریعے علما عملا وفقہا اس نے پورا فرمایا ہے اور وہ سب مدون ومنقح طور پر امت کے پاس موجود ہے، تاکہ امت ہمیشہ کے لیے اسے بنیاد زندگی بنا سکے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے احادیث صحیحین کو قطعی الصحۃ قرار دیتے ہوئے کیا خوب فرمایا ہے:

"والله سبحانه وتعالى هو الحفيظ يحفظ هذا الدين كما قال تعالى: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [الحجر: ٩]

(منهاج السنة: ٤/ ٥٩)

(ماہنامہ رحیق، جلد:٢، شمارہ:٥۔ دسمبر ١٩٥٧ء)

حقانیت اسلام

سابقہ یہودی عالم کے دو سچے خواب

الشیخ عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ

امام سموأل بن یحیی مغربی چھٹی صدی ہجری کے یہودیوں کے ایک بہت بڑے علامہ تھے۔ایک یہودی عالم کے بیٹے تھے۔بچپن ہی سے بڑے غضب کا حافظہ تھا۔اٹھارہ سال کی عمر سے قبل ہی وہ عبرانی زبان میں مہارت حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ تورات اور اس کی شروحات میں کمال حاصل کر چکے تھے۔ علاوہ ازیں مشکل ترین عقلی علوم وفنون، مثلاً: ھندسہ و ریاضیات (حساب دیوانی، علم المساحہ، جبرا ومقابلہ) معیشت وفلکیات، فلسفہ ومنطق اور علوم طب میں اجتہاد کے درجے پر فائز ہو چکے تھے اور علوم عربیہ (نحو وصرف) میں بھی انھیں کمال حاصل تھا، نیز ان علوم عقلیہ کے حصول سے قبل علوم نقلیہ، مثلاً: اخبار وحکایات، نوادرات اور دواوین شعراء میں بڑی کتابوں کا مطالعہ کر چکے تھے۔انھوں نے اسلامی تاریخ اور سیرت ومغازی کی کتب کا بھی مطالعہ کیا تھا۔ان کتب میں تاریخ طبری قابل ذکر ہے۔ وہ فن بلاغت کے بھی ماہر تھے۔ مغازی وسیرت کی کتب میں جب انھوں نے نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ کیا تو دوران مطالعہ جب انھیں علم یقین حاصل ہو گیا کہ صحابہ کرام تعداد میں کم ہونے کے باوجود عالم کفر کی بڑی بڑی قوتوں پر غالب آئے، قیصر وکسریٰ عیسائی اور پارسی حکومتوں کو انھوں نے پاش پاش کر دیا، یہودیوں کو ذلیل ورسوا کر دیا۔

جب انھوں نے اللہ تعالی کی سچی کتاب قرآن حکیم کو دیکھا تو انھوں نے یقین کر لیا تھا کہ یہ فی الواقع حقیقی معجزہ ہے اور کلام الٰہی ہے، کلام انسانی نہیں۔

فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کی نبوت کو سچا یقین کرنے کے باوجود اسلامی احکام پر عمل شروع نہیں کیا تھا، اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ میں اپنے باپ سے ڈرتا تھا۔اسی پر کافی مدت گزر گئی حتی کہ سفروں کی وجہ سے میں اپنے باپ سے جدا ہوا اور دور چلا گیا۔اب میرے لیے ہدایت کا دروازہ کھل چکا تھا۔ اللہ تعالی کی رحمت شاملِ حال ہوئی کہ یومِ عرفہ کی رات ۹/ ذوالحجہ ۵۵۵ھ آذربائیجان کے قدیم صوبہ مراغمہ میں میں نے دو خواب دیکھے۔ امام مغربی رحمہ اللہ کے دو خواب دیکھنے کے چار سال بعد انھوں نے یہودیوں کے رد میں ایک ایسی دندان شکن اور لاجواب کتاب بنام ”إفحام الیھود“ لکھی، جس میں:

①۔اپنے اسلام قبول کرنے کا واقعہ بھی لکھا ہے۔

②۔خواب کی شرعی حیثیت بھی بتائی ہے۔

③۔قطعی دلائل سے یہودیوں کے مذہب کو باطل کیا ہے۔

④۔تورات ہی سے نبی ﷺ کی نبوت کو ثابت کیا ہے۔حسابِ جمل سے بھی آپ ﷺ کا نبی ہونا تورات سے ہی ثابت کیا ہے۔ مناظرانہ انداز سے یہودیوں کے دعوؤں کا خوب رد کیا ہے۔

⑤۔ یہ بھی ثابت کیا ہے کہ یہ تورات جو آج یہودیوں کے ہاتھوں میں عام پائی جاتی ہے یہ تورات وہ کتاب قطعاً نہیں ہے جو موسی علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی بلکہ یہ ایک عزرا نامی شخص کی لکھی ہوئی تورات ہے جو کہ اللہ تعالی کی صفات سے بھی نابلد تھا۔

⑥۔پھر نبی ﷺ کے متعلق پادریوں کے جو غلط قسم کے دعوے اور الزمات تھے ان کا مضبوط دلائل سے رد کیا ہے۔

⑦۔انھوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ اس تورات میں انبیاء علیہم السلام کے تقدس کو پامال کر کے ان کی انتہائی توہین کی گئی ہے۔

امام مغربی رحمہ اللہ کی یہ ایک ایسی لاجواب کتاب ہے جس سے امام شہاب الدین قرافی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”الأجوبۃ الفاخرۃ

عـن الأسئلة الفاجرة في الرد على اليهود والنصارى" اور حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "هـداية الـحيـارى في أجوبة اليهود والنصارى"، إغاثة اللهفان" اور "أحكام أهـل الـذمة" میں بہت ہی استفادہ کیا ہے۔ ذیل میں امام سموأل کے دونوں خواب ہدیۂ قارئین ہیں:

پہلا خواب:

امام سموأل بن یحییٰ مغربی رحمہ اللہ (وفات: ۵۷۰ھ) کا پہلا خواب:

فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ ایک خواب دیکھا کہ میں دمشق کے ایک بہت بڑے جنگل میں ہوں جس کے کونے سرسبز وشاداب ہیں۔ اس کی دونوں مشرقی جانبوں سے ایک بہت بڑا درخت ظاہر ہو رہا ہے۔ لوگ اس درخت کی طرف بھاگتے جا رہے ہیں۔ میں نے کسی سے پوچھا کہ ان لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ کیوں بھاگ رہے ہیں؟ کس کی طرف جا رہے ہیں؟ انھوں نے مجھے بتایا کہ اس درخت کے نیچے اللہ کے نبی حضرت شموائیل علیہ السلام بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ لوگ ان کو سلام کرنے کے لیے بھاگ رہے ہیں۔

یہ سن کر میں انتہائی خوش ہوا، پھر میں نے بھی اس درخت کے پاس جانے کا ارادہ کر لیا، چنانچہ جب میں وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں ایک طاقتور، بھاری بھرکم، انتہائی خوبصورت، باوقار اور نیک بزرگ بیٹھے ہیں جن کے بال انتہائی سفید اور وہ خود بڑی ہیبت والے بارعب شخصیت کے مالک ہیں۔ ان کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے جس کا وہ مطالعہ فرما رہے ہیں۔ میں نے انھیں عربی میں سلام کہا:

"السلام عليك يا نبي الله!"

انھوں نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا تو انھیں بڑی خوشی ہوئی، بڑے ہشاش بشاش ہوئے۔ میرے سلام کا جواب دیا:

"وعليك السلام يا شريكنا في الاسم!"

"اے ہمارے نام میں شریک! تجھ پر بھی سلام ہو۔"

پھر فرمانے لگے:

"اجلس لنعرض عليك أمرا."

"ادھر بیٹھ جائیے تاکہ ہم آپ کو ایک بات بتائیں۔"

چنانچہ میں ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ جب میں بیٹھا تو انھوں نے مجھے وہی کتاب پکڑائی جو ان کے ہاتھ میں تھی اور فرمانے لگے:

"اقرأ ما تجده بين يديك."

"تیرے سامنے جو الفاظ نظر آ رہے ہیں، وہ پڑھ۔"

جب میں نے اس کتاب میں اپنے سامنے کے الفاظ دیکھے تو وہ تورات کی یہ آیت کریمہ لکھی ہوئی تھی:

"نـا بـى اقيـم لا هيم مقارب أ حيهم كا مو خا ايلا ويشماعو." (الاستثناء ۱۸۔۱۸)

عربی میں اس کا ترجمہ بنتا ہے:

"نبيـا أقيـم لهـم مـن وسـط إخوتهم مثلك به فليؤمنوا."

۱۸۷۰ء میں نارتھ انڈیا بائبل سوسائٹی کی طرف سے چھپنے والی بائبل میں اس کا اردو ترجمہ اس طرح ہے آیت نمبر (۱۷) سے:

"(موسیٰ علیہ السلام نے کہا:) اور خداوند نے مجھے کہا کہ انھوں نے جو کچھ کہا، سو اچھا کہا۔ (۱۸) میں ان کے لیے ان کے بھائیوں میں سے، تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا۔ (۱۹) اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی ان باتوں کو جنھیں وہ میرا نام لے کر کہے گا، نہ سنے گا تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا۔"

یہ دراصل اللہ عزوجل کی موسیٰ علیہ السلام سے ایک مناجات تھی اور میں اس بات کی خوب معرفت رکھتا تھا کہ یہودی کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت شموائیل نبی کے متعلق پیشین گوئی ہے کیوں کہ شموائیل علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے مثل تھے اور ان کا اس سے مقصد یہ ہے کہ شموائیل لیوی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کا قبیلہ بھی لیوی ہی تھا، لہٰذا شموائیل علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کی مثل نبی ہوئے۔

بہرحال جب میں نے اپنے سامنے رکھی ہوئی تورات کی یہ آیت

پڑھی تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ ہوسکتا ہے کہ شموائیل علیہ السلام نے اس بات پر فخر کیا ہے اور خوش ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں ان کا ذکر کیا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کو اس کی بشارت دی ہے، چنانچہ میں نے عرض کیا:

"هنيا لك يا نبي الله ما أخصك الله به من هذه المنزلة."

''اے اللہ کے نبی! آپ کو اس مرتبہ و مقام پر مبارک ہو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخصوص کیا ہے۔''

جب میں نے انھیں اس خصوصیت کی مبارک پیش کی تو انھوں نے میری طرف غصے سے دیکھا اور فرمانے لگے:

"أو إيـاى أراد الله بهذا، يا ذكيا! ما أفادتك إذا البراهين الهندسية؟"

''اے ہوشیار اور تیز ذہن رکھنے والے! کیا اللہ تعالیٰ نے تورات کی اس آیت سے مجھے ہی مراد لیا ہے؟ اگر تُو یہی سمجھ رہا ہے تو پھر تو تیری جیومیٹری، یعنی علم ریاضی سے متعلق قاطع اور مضبوط دلائل نے تجھے کوئی فائدہ نہیں دیا۔''

میں نے عرض کیا:

"يا نبي الله! فمن أراد الله بهذا؟"

''اے اللہ کے نبی! اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے کون سا نبی مراد لیا ہے (جو بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسماعیل کی طرف بھیجنا تھا؟)''

شموائیل علیہ السلام نے کہا: اس سے وہی نبی مراد ہے جس کا ذکر تورات کی اس آیت "هو فيع ميهار فاران" میں ہے۔

فرماتے ہیں کہ اس کی تفسیر یہ ہے کہ اس میں ایک ایسی نبوت کا اشارہ ہے جس کا نزول فاران پہاڑوں پر ہوگا۔

جب شموائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا تو میں سمجھ گیا کہ یہ اس آیت سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی مراد لے رہے ہیں کیوں کہ وہی فاران یعنی مکہ کے پہاڑوں میں مبعوث ہوئے ہیں کیوں کہ تورات میں اس بات کی صراحت ہے کہ آلِ اسماعیل یعنی عرب کا مسکن اور رہائش فاران ہی ہے۔ دیکھیے پیدائش باب: ۲۱، جملہ: ۲۰۔ اصل الفاظ اس طرح ہیں: "ویشب بمد نار فاران"

عربی ترجمہ اس کا یہ ہے:

"وأقام في برية فاران."

اردو میں اس کا ترجمہ یہ ہے:

''اور وہ (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بیٹا حضرت اسماعیل علیہ السلام) فاران کے بیابان میں رہا۔''

پھر فرماتے ہیں کہ سحری کے وقت میں بیدار ہوا تو چراغ اپنی پوری روشنی کے ساتھ جل رہا تھا۔ مجھے سارا خواب یاد تھا، اس میں سے کوئی شے بھی بھولا نہ تھا۔ مجھے معلوم ہوگیا تھا کہ یہ ایک بڑی مہربانی ہوئی ہے اور اس شبہ کو دور کرنے کی ایک نصیحت ہے جو کہ مجھے کلمہ حق کہنے اور اظہار اسلام سے روک رہا تھا، چنانچہ میں نے اس شبہ پر اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود پڑھا اور اچھی طرح وضو کیا اور اللہ کے لیے چند رکعات پڑھیں اور اس پر مجھے انتہائی خوشی او رسرور نصیب ہوا کہ میرے لیے ہدایت کھل کر واضح ہوئی، پھر میں بیٹھ کر سوچنے لگا۔ اس کے بعد مجھ پر پھر نیند کا غلبہ ہوا میں دوبارہ سوگیا۔

<u>دوسرا خواب:</u>

امام سموأل فرماتے ہیں: مجھے ایک اور خواب آیا کہ جیسے میں ایک آباد ہموار راستے پر بیٹھا ہوا ہوں جسے میں پہچانتا نہیں ہوں، اچانک میرے پاس ایک آنے والا آیا جس نے متصوفین کے سے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور اس کی وضع قطع فقیرانہ تھی۔ اس نے مجھے سلام نہیں کیا لیکن اس نے مجھے کہا:

"أجب رسول الله صلى الله عليه وسلم."

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو۔''

میں نے اس سے ہیبت کھائی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے شوق سے انتہائی خوش تھا۔ اس کے ساتھ جانے کے لیے جلدی ہی

کھڑا ہو گیا۔ وہ میرے آگے آگے جا رہا تھا اور میں اس کے پیچھے پیچھے حتی کہ وہ ایک بڑے گھر کے دروازے کے پاس پہنچ گیا، اور وہ بھی اس میں داخل ہوا اور اس نے مجھے بھی اپنے ساتھ اس گھر میں داخل کر لیا۔

کیا دیکھتا ہوں کہ گھر کے صحن اور دروازے کے درمیان ایک لمبی ڈیوڑھی تھی، اس میں اندھیرا سا تھا۔ جب میں اس ڈیوڑھی کے اگلے کنارے پر پہنچا اور مجھے اس بات کا علم تھا کہ نبی ﷺ کے ساتھ ملاقات کا وقت آ ہی گیا ہے تو آپ ﷺ کی ملاقات کی وجہ سے مجھ پر انتہائی ہیبت طاری ہوئی لیکن میں آپ ﷺ کی ملاقات اور آپ ﷺ کو سلام کہنے کے لیے تیار ہو رہا تھا اور مجھے یاد آیا کہ میں نے آپ ﷺ کے متعلق یہ بات بھی پڑھی ہوئی تھی کہ آپ ﷺ سے جب کسی جماعت یا مجلس میں ملاقات کی جاتی تھی تو "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کے الفاظ سے سلام کہا جاتا تھا اور آپ جب اکیلے ہوتے تھے تو السلام علیك یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے ساتھ سلام کہا جاتا تھا میں نے اس بات کا عزم کیا ہوا تھا کہ میں آپ ﷺ کو عام جمع کے الفاظ کے ساتھ سلام کہوں گا تا کہ آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے بھی اس میں شریک ہو جائیں، میں نے یہی بہتر سمجھا تھا۔

پھر جب میں نے اس گھر کے صحن کی طرف دیکھا تو اس ڈیوڑھی کے سامنے لوگوں کی ایک لمبی مجلس بپا تھی اور ڈیوڑھی میں داخل ہونے والے کی بائیں جانب میں ایک اور مجلس بپا تھی اور ان دونوں مجالس میں ایسے مرد تھے جن کی صورتیں اب مجھے یاد نہیں رہیں مگر میں اتنا جانتا ہوں کہ ان میں سے اکثر جوان تھے اور ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ کسی سفر کی تیاری کرنے والے ہیں۔

ان میں سے بعض نے تو سفر کے لمبے لباس بھی پہنے ہوئے تھے اور ان کا اسلحہ بھی ان کے قریب ہی تھا۔

اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان دونوں مجلسوں کے درمیان میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ ﷺ کسی کام میں مشغول تھے اور اب اس سے فارغ ہو چکے ہیں اور کوئی دوسرا کام شروع کرنے والے ہیں۔ اسی وقت میں آپ ﷺ کے پاس گیا، میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے سفید لباس پہنا ہوا ہے اور آپ ﷺ کی پگڑی نرم سی ہے۔

آپ ﷺ کی گردن مبارک پر ایک سفید چادر ہے۔ آپ ﷺ کا قد مبارک معتدل سا ہے، نہ لمبا نہ چھوٹا، بلند رتبہ، شاندار جسم والے، رنگ بھی آپ ﷺ کا معتدل تھا یعنی سفیدی اور سرخی کے درمیان اور کچھ گندمی۔ آپ ﷺ کی پلکیں اور آنکھیں سیاہ تھیں۔ آپ ﷺ کے بال بھی بڑے خوبصورت معتدل تھے، نہ لمبے، نہ چھوٹے جب میں آپ ﷺ کے پاس پہنچا اور آپ ﷺ کا دیدار کیا تو آپ ﷺ نے میری طرف دیکھا، دیکھ کر مسکرائے اور انتہائی ہشاش بشاش اور خوش ہوئے۔ آپ ﷺ کی ہیبت کی وجہ سے میں حواس باختہ ہو گیا۔ میں نے جو جمع کے لفظ کے ساتھ سلام کہنے کا عزم کیا ہوا تھا وہ نہ کہہ سکا بلکہ مفرد کے لفظ کے ساتھ صرف آپ ہی کے لیے "السلام علیك یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہہ دیا۔ میں نے اپنے دل و دماغ اور نگاہ کو آپ ﷺ کی طرف جمائے رکھا۔ آپ ﷺ نے میرے سلام کے جواب میں کہا:

"وعلیك السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ."

میں نے فوراً اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے ہاتھ کی جانب بڑھایا اور آپ ﷺ نے بھی اپنا ہاتھ مبارک میری طرف بڑھایا۔ میں نے آپ ﷺ کا ہاتھ اپنے ہاتھ کے ساتھ پکڑ لیا اور میں نے کہا:

"أشهد أن لا إله إلا الله وأنك رسول الله."

جب میں نے کلمہ پڑھا تو آپ ﷺ انتہائی خوش ہوئے اور فرمایا: "ہمارے ساتھ غمدان کی طرف جہاد کے لیے جانے کی تیاری کرلو۔" جب آپ ﷺ نے غمدان کا نام لیا اسی وقت میرے دل میں خیال آیا تھا کہ یہ تو ملکِ چین کا پایہ تخت، یعنی چین کا دارالحکومت ہے اور واقعتاً ابھی تک چین میں اسلام غالب نہیں، اس لیے آپ اس کی طرف بھیج رہے ہیں۔ اور اس سے پہلے میرے مطالعہ میں یہ بات

آئی ہوئی تھی کہ چین کی طرف پہنچنے والا قریب ترین راستہ بحر اخضر ہی ہے اور یہ بحر اخضر تمام سمندروں سے زیادہ ہولناک اور سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ بہرحال جب میں نے آپ ﷺ کا یہ فرمان سنا تو مجھے اس سمندر میں سوار ہونے سے خوف آیا اور دل میں ہی سوچا کہ حکماء تو سمندروں میں سفر نہیں کیا کرتے تو میں کیسے کروں؟

پھر میں نے فوراً یہ بات کہی:

واہ سبحان اللہ! میں تو اس نبی پر ایمان لے آیا ہوں اور اس کی بیعت کر چکا ہوں، کیا آپ ﷺ مجھے کسی بات کا حکم دیں اور میں نہ مانوں؟ پھر تو میری بیعت بھی کیسی بیعت ہوگی؟

چنانچہ میں نے آپ ﷺ کی بات قبول کرنے کا عزم کرلیا، پھر میرے دل میں یہ خیال آیا کہ جب نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ خشکی اور سمندر میں میرے ساتھ (سمندر میں سوار ہوں گے) سفر کر رہے ہوں گے تو سفر ہمارے لیے آسان ہو جائے گا۔ میں نے فوراً کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے آپ ﷺ کی بات سنی اور قبول کی۔ آپ ﷺ نے مجھے دعائے خیر دی، پھر میں وہاں سے نکل آیا۔ اب جب واپس آیا تو ڈیوڑھی میں وہ اندھیرا نہیں تھا جو جاتے وقت دیکھا تھا۔ پھر انھوں نے اسی خواب میں مقام مراغہ صحابہ رضی اللہ عنہم کرام کو دیکھا۔ ان کے سادے لباس اور ان کے سادے سے اسلحے دیکھے، پھر ان صحابہ کرام کی ماضی کی تاریخ کے بارے سوچا کہ کمزور اور فقراء ہونے کے باوجود کس طرح بڑی اور زبردست قیصر و کسریٰ جیسی طاقتوں سے مقابلہ کرتے تھے اور انھیں زیر و مغلوب کر لیتے تھے۔ انہوں نے انہیں دیکھ کر کہا کہ یہی وہ مجاہد اور غازی ہیں، یہی نبی ﷺ کے صحابہ ہیں، میں انہیں کے ساتھ سفر کروں گا اور انہی کی معیت میں جہاد کروں گا۔

فرماتے ہیں کہ یہ منظر دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ میں انتہائی خوش اور مسرور تھا اور صحابہ کرام کی حالت پر رشک کر رہا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔ اس وقت ابھی صبح روشن نہیں ہوئی تھی۔ میں نے اچھی طرح وضو کیا، پھر فجر کی نماز پڑھی اور میرے دل میں انتہائی حرص تھی کہ میں کلمہ حق کا اظہار کر دوں اور دین اسلام میں داخل ہونے کا اعلان کر دوں۔

میں اس وقت آذربائیجان کے شہر مراغہ میں اپنے ایک معزز ساتھی فخر الدین عبدالعزیز بن محمود بن سعد بن علی بن حمید المضری رحمہ اللہ کے ہاں مہمان ٹھہرا ہوا تھا۔ میں نے اسے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے حجاب دور فرما دیا ہے اور میری راہنمائی کر دی ہے۔ یہ سن کر میرے ساتھ وہ بے حد خوش ہوئے اور کہنے لگے: اللہ گواہ ہے کہ میری ہمیشہ سے یہ تمنا اور آرزو رہی ہے کہ آپ اسلام قبول کر لیں۔ بسا اوقات میں نے قاضی القضاۃ صدر الدین کے ساتھ بھی آپ کے متعلق بات کی ہے۔ اور ہم دونوں ہی آپ کے متعلق کہا کرتے تھے کہ آپ علوم وفنون میں اتنے بڑے ماہر ہیں اور آپ میں بے شمار خوبیاں ہیں لیکن افسوس کہ یہ علوم اور فضائل اسلامی نہیں ہیں۔ اب ہم اس پر اللہ ہی کی تعریف کرتے ہیں کہ جس نے آپ کے دل میں صحیح ہدایت ڈال دی ہے اور آپ کی اصلاح فرما دی ہے اور اس نے آپ کے حق میں ہماری دعا قبول فرمائی ہے۔

میں نے اسے بتایا کہ اسلام کو جو میں نے قبول کیا ہے یہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں الہام اور سوچ پیدا کی کہ اسلام سچا مذہب ہے اور اس کے سچے ہونے کی عقلی دلیل بھی ہے۔ اور اس کی پکی برہان میں پہلے ہی سے جانتا تھا اور اس کی دلیل تورات میں بھی موجود ہے لیکن میں اس سے پہلے اسلام کا اظہار اس لیے نہیں کرتا تھا کیوں کہ میں اپنے باپ سے ڈرتا تھا اور میں اس کا دل دکھانا پسند نہیں کرتا تھا۔ اب جبکہ میرا یہ شبہ ختم ہو گیا ہے، لہٰذا آپ اپنا ہاتھ بڑھایئے، میں اب کلمہ شہادت "أشهد أن لا إله إلا الله، أشهد أن محمدا رسول الله" پڑھتا ہوں۔

جب میرے ساتھی نے میرا کلمہ شہادت سنا تو اس کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ وہ خوشی سے کھڑا ہوا اور جھومنے لگا، حالانکہ اس سے قبل وہ بمشکل ہی کھڑا ہو سکتا تھا اور وہ باہر چلا گیا اور مجھے اپنے آنے تک وہیں بیٹھے رہنے کا کہہ گیا اور اس نے مجھے بہترین لباس دیا۔ میرا

ساتھی پہلے ہی مسجد کے خطیب کے پاس پہنچ چکا تھا اور خطیب کو جمعہ کا خطبہ میرے مسجد میں آنے تک لیٹ کرنے کا حکم دے چکا تھا۔ وقت بھی تنگ تھا کیوں کہ درزیوں نے ابھی میرا جبہ میرے ساتھی کے کہنے کے مطابق سلائی کرنا تھا، بہت اچھی سواری پر اس نے مجھے سوار کیا اور اپنے خاص ساتھیوں کو میرے آگے آگے تیز چلنے کا حکم دے دیا، چنانچہ میں جامع مسجد کی طرف چلا جبکہ جماعت میرے انتظار میں تھی۔ جب میں آتا ہوا انہیں نظر آیا تو انھوں نے اللہ اکبر کے ساتھ اپنی آوازوں کو بلند کیا اور درود پڑھنے لگے۔ مسجد میں گونج پیدا ہوئی اور ملک الواعظین قاضی صدر الدین ابو بکر محمد بن عبداللہ بن عبدالرحیم بن لئل نے لوگوں کو وعظ کیا اور مبالغہ کی حد تک میری مدح سرائی کی۔ (دیکھیے إفحام الیھود وقصة إسلام السموأل ورؤیا النبي ﷺ للإمام المھتدي السموأل بن یحي المغربي، ص: ٦٠۔ ٧١)

پھر فرماتے ہیں کہ میں نے اس دن کے بعد عیدالاضحیٰ کی رات کو یہود کے مذہب کے رد میں پختہ اور مسکت دلائل لکھنے شروع کیے اور ایک کتاب میں جمع کر دیے جس کا نام "إفحام الیھود" ہے۔ اس کتاب کو شہرت ہوئی اور بہت سے علاقوں، مثلاً: موصل اور اس کی تحصیلوں، دیار بکر، عراق اور عجم کے علاقے میں میری اس کتاب کے مجھ سے کئی نسخے نقل کیے گئے، پھر اس کے بعد میں نے اپنی اس کتاب میں یہود کے خلاف تورات ہی سے دلائل کی بہت سی فصلیں منضم کیں حتی کہ میری یہ کتاب ایک ایسی نرالی کتاب ثابت ہوئی کہ یہود کے ساتھ مناظرہ کرنے میں مسلمانوں کی طرف سے اس طرح کی کبھی بھی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔

اور میں نے جو دو خواب دیکھے تھے وہ میں نے چار سال تک کسی کے سامنے ذکر نہیں کیے حتی کہ اپنے اس ساتھی کو بھی نہیں بتائے تھے اور اہل مراغہ میں سے بھی کسی کو نہیں بتائے تھے اور اس کی دو وجہیں ہیں:

۱: پہلی وجہ یہ ہے کہ خواب ان امور میں سے ہے جن پر دلیل کی بنا نہیں رکھی جاتی، اس لیے میں نے اس کو ذکر کرنا پسند نہیں کیا۔ ممکن ہے کہ کسی سننے والے کا دل اسے جھٹلا دے۔

۲: دوسری وجہ یہ ہے کہ میں نے پسند نہیں کیا کہ میرے ان دونوں خوابوں کی خبر میرے کسی ایسے حاسد تک پہنچ جائے جو مجھ سے اس علم وفضل پر حسد کرتا ہے جو اللہ تعالی نے مجھے عطا کیا ہے، پھر وہ ان خوابوں کو ہی مجھ پر طعن وتشنیع کا ذریعہ بنائے گا کہ دیکھو جی! اس شخص نے خواب کی وجہ سے اپنا یہودی مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کیا ہے اور اسے جھوٹی خوابوں سے دھوکہ لگا ہے، چنانچہ میں نے اپنی کتاب "إفحام الیھود" کے مشہور ہونے تک ان خوابوں کو مخفی ہی رکھا ہے۔

میری یہ کتاب بہت سے لوگوں نے نقل کی اور ایک بڑی جماعت نے یہ مجھ ہی سے پڑھی ہے۔ جب لوگوں کو اس کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہو گیا کہ میں نے یہودی مذہب کو قوی دلائل اور قطعی براہین اور حجتوں کی بنا پر چھوڑا ہے تو ان خوابوں کا بھی ذکر کر دیا اور میں نے حِصنِ کیفا سے اپنے باپ کی طرف بھی ایک کتاب لکھ دی تھی جب کہ وہ حلب میں تھا اور اس کتاب میں بھی میں نے ان چند دلائل اور براہین کا ذکر کیا تھا جن کے متعلق میں وثوق سے کہتا ہوں کہ میرا باپ ان کا انکار نہیں کر سکتا تھا اور اس میں ان دلائل و براھین کو باطل کرنے کی قدرت نہیں۔ اور میں نے اسے اپنے دونوں خوابوں کے متعلق بھی بتا دیا تھا میرا باپ میری ملاقات کے لیے موصل کی طرف آیا ہی تھا کہ اسے اچانک ایک مرض لاحق ہو گئی تھی جس کی وجہ سے اس کی موت واقع ہو گئی تھی۔

اب جو شخص میرے ان لکھے ہوئے اوراق کو پڑھتا ہو وہ اب خوب جان لے کہ میرے یہودی مذہب چھوڑنے کا سبب میرے خواب نہیں تھے کیوں کہ عقل مند اور سمجھ دار آدمی برھان اور دلیل کے بغیر صرف خوابوں کی وجہ سے اپنے احوال کے متعلق دھوکا نہیں کھا سکتا۔

میں تو ان خوابوں سے کافی لمبی مدت پہلے ہی سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کی حجت، براہین اور دلائل کی معرفت حاصل کر چکا تھا۔ یہ دلائل اور براہین ہی میرے یہودی مذہب چھوڑ کر اسلام میں داخل ہونے کا اصلی سبب ہیں۔ (ص: ۷۲۔۷۳)

سیرت وسوانح

آہ! ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر رحمہ اللہ

حافظ مسعود عبدالرشید اظہر (المرکز الاسلامی الحدیث جامعہ سعیدیہ، خانیوال)

۱۷/ مارچ ۲۰۱۲ء کی شام میں اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے خانیوال کی طرف محوسفر تھا کہ اسلام آباد سے برادر عزیز حافظ سعد عبدالرشید نے والد محترم ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر کی شہادت کی المناک خبرسنائی۔ موت بروقت آتی ہے اور ہروقت آسکتی ہے۔ والد محترم کا ہشاش بشاس، متبسم لیکن باوقار اور بارعب چہرہ، ان کا صحیح و تنومند جسم، ان کا خوب صورت اور دل فریب قد بالا، ان کا شیریں لہجہ اور محبت بھرا مشفقانہ انداز، ہر چیز بجلی کی کوند کی طرح سامنے آئی۔ اور ان کی موت کی خبر کو جھٹلا کر چلی گئی۔ والدہ ماجدہ کو فون کیا، ہمشیرگان سے رابطہ کی کوشش کی لیکن جواب ندارد۔ کچھ قریبی احباب کو فون کرکے گھر جانے کا کہا، وہ گھر پہنچے اور خبر کی تصدیق کی۔ بے اختیار إنا لله وإنا إليه راجعون کے الفاظ زبان سے جاری ہوگئے اور دل کی گہرائی سے یہ دعا نکلی:

اللهم اغفرله وارحمه، اللهم لا تحرمنا أجره ولا تضلنا بعده.

مرنا اور جینا ہر انسان کو ہے۔ کون نہیں مرا اور کس نے نہیں مرنا۔ آج وہ رخصت ہوئے ہیں تو کل ہماری باری ہے۔ لیکن بعض اموات ایسی ہوتی ہیں جن کی خبر سُن کر زبان گنگ ہوجاتی ہے، دل و دماغ پر سکتہ طاری ہوجاتا ہے، آنسو خشک ہوجاتے ہیں اور اندر ہی اندر گھٹن کا احساس بڑھتا رہتا ہے لیکن بات کرکے دل کی بھڑاس نکالنے اور آنسو بہا کر دماغ کو پرسکون کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ کچھ ایسی ہی کیفیت والد محترم کی وفات پر میری ہوئی۔ اس ناگہانی اور غیر متوقع صدمے سے مجھے چُپ سی لگ گئی۔ اگرچہ زبان خاموش تھی لیکن اس دن سے مسلسل سوتے جاگتے، اُٹھتے بیٹھتے، مصلہ نماز اور منبر پر خطبہ دیتے وقت والد محترم کی صورت آنکھوں میں پھرتی اور خواب میں نظر آتی ہے۔ بے یقینی کی اک عجیب سی کیفیت سے طبیعت دوچار ہے لیکن حقیقت یہ ہے:

"تدمع العين ويحزن القلب ولا نقول إلا ما يرضى به ربنا وإنا بفراقك لمحزونون."

والد محترم نے نہایت محنت لیکن خاموشی کے ساتھ، بغیر نمود و نمائش کے، اپنے مخلصانہ اور پُراثر انداز میں لیکن نہایت سادگی کے ساتھ صحیح اصول دعوت کے ذریعے زندگی بھر اور بالخصوص زندگی کے آخری دس سال مسلک اہل حدیث اور محدثین کی مساعی جمیلہ کو نئے انداز میں عامۃ الناس میں متعارف کروایا۔ مسلک اہل حدیث کے تبلیغی واصلاحی پروگراموں اور مجالس کو اک نئی جہت دی، اک نیا انداز اور طرز خطابت دیا۔ آپ ممبر پر تشریف فرما ہوتے تو مجمع پر سکوت طاری ہوجاتا، ہر کوئی بڑے انہماک کے ساتھ آپ کی طرف متوجہ ہوتا۔

خصوصاً آپ نے درس بخاری کو ایک نئے اور منفرد انداز میں متعارف کروایا۔ جہاں درس بخاری میں علمی عمق ہوتا، وہاں عامۃ الناس کی روح کے لیے غذا بھی ہوتی۔ زندگی کے آخری سالوں میں تو ایسے محسوس ہوتا تھا کہ درس بخاری اور حافظ عبدالرشید دونوں لازم و ملزوم ہوگئے ہیں۔ جہاں بھی درس بخاری ہوتا، آخری حدیث پر درس والد محترم ہی دیا کرتے تھے۔ لیکن کثرت دروس کے باوجود آپ کے ہر درس میں تنوع اور جدت ہوتی، نئے نئے نکات ہوتے اور بڑے طویل درس ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے دروس سن کر یہ بات واضح ہوجاتی تھی کہ آپ کی نظر حدیث، محدثین اور خصوصاً امام بخاری اور ان کی تصنیف صحیح بخاری پر کتنی عمیق اور تعلق کتنا خاص تھا۔ وہ ہر

بات دلیل کے ساتھ ارشاد فرماتے تھے۔ حجیت حدیث کے عنوان پر ان کے پاس دلائل و براہین کا انبار تھا۔

ان کی گفتگو ان کے تبحر علمی، ذوق مطالعہ اور وسعت علم کی آئینہ دار ہوتی۔ والد محترم صاحبِ طرز خطیب، عظیم سکالر، جید عالم دین، عظیم محقق، بہترین ادیب، کامیاب استاد تھے۔ وہ بہترین مفسر قرآن، عربی اور اردو میں کامل دسترس رکھنے والے اور اعلیٰ قابلیتوں والی شخصیات میں ان کو گردانا جاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے انھیں بے پناہ صلاحیتوں اور قابلیتوں سے نوازا تھا جنھیں بہت پہلے ان کے استاد اور ممتحن مولانا عبدالقادر حلیم زیروی رحمہ اللہ بھانپ گئے تھے۔ ۱۹۶۵ء میں جامعہ سعیدیہ خانیوال کے سالانہ امتحانات کے موقع پر اپنے تأثرات میں لکھتے ہیں:

’’تمام طلبہ میں پہلی پوزیشن، یعنی فرسٹ آنے والا لڑکا حافظ عبدالرشید ہے جو خداداد صلاحیتوں اور قابلیتوں سے مالا مال ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے عالم باعمل بنائے اور دین قیم کی صحیح خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین‘‘

یہ ریکارڈ آج بھی مطبوعہ اشتہار کی شکل میں جامعہ سعیدیہ خانیوال کے دفتر میں محفوظ ہے۔

اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرے لیے کسی بھی موضوع پر فی البدیہ ۵ منٹ سے لے کر ۲۰ گھنٹہ تک مدلل تقریر کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ ان کی زندگی ہمارے لیے سرمایہ افتخار و اعتماد تھی۔

ہم مولائے کریم سے دعا گو ہیں کہ اے اللہ! ہمیں توفیق دے کہ ان کے نقش قدم پر چل کر ہم بھی تیری مغفرت کے مستحق و حق دار بن سکیں۔ اے اللہ! ان کی شہادت کو شرف قبولیت سے نواز، وہ اسی شہادت کے طلب گار تھے، اسی کے لیے دعا گو رہتے تھے۔

خاندانی پس منظر، ولادت:

والد محترم نے ایک تنگ دست اور غریب گھرانے میں آنکھ کھولی، جہاں پڑھنے پڑھانے کا کوئی تصور نہیں تھا۔ دادا مرحوم میاں عبدالعزیز ہندوستان کے ضلع فیروز پورہ تحصیل زیرہ کے گاؤں امین والا سے ہجرت کر کے عارضی طور پر اپنے سسرال کے ہاں (ضلع بہاولپور کے ایک گاؤں میں) کچھ عرصہ کے لیے قیام پذیر ہوئے۔ بہاولپور قیام کے دوران والد محترم کی پیدائش ہوئی۔ تاریخ پیدائش غیر مصدقہ اوراق کے مطابق یکم فروری ۱۹۵۳ء بنتی ہے۔ بہاولپور قیام کے کچھ عرصہ بعد دادا جان کو ضلع ساہیوال تحصیل چیچہ وطنی کے گاؤں 9L-۱۷۰ میں چھوٹی سی زمین الاٹ ہوئی تو اپنے خاندان کے ہمراہ وہاں آبسے۔ والد محترم نے جب ہوش سنبھالا تو گھر کے حالات بہت ہی فقیرانہ تھے۔ والد محترم بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ والدہ نے نام عبدالرشید رکھا تھا لیکن پکارتی رشید کے نام تھیں۔

ابتدائی تعلیم:

والد محترم خود ہی بیان کرتے ہیں کہ ابتدائی تعلیم میں نے اپنے والد محترم میاں عبدالعزیز مرحوم سے حاصل کی۔ وہ ہی میرے اولین استاذ تھے۔ جو کچھ میں نے ان سے سیکھا وہ کسی بڑے سے بڑے استاد سے بھی نہ سیکھ سکا، حالانکہ وہ بالکل ان پڑھ تھے اور میں بہت کچھ پڑھنے کے باوجود ابھی تک ان کی عادات اور ان کے اوصاف سے بہت دور ہوں۔ وہ اتنے عظیم الشان انسان تھے کہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ کبھی ان کو غصے میں نہیں دیکھا، کبھی ان کے منھ سے گالی نہیں سنی۔ کبھی ان کو کسی سے لڑتے نہیں دیکھا، کبھی کسی سے انتقام لیتے نہیں دیکھا اور ساری زندگی کبھی تیز چلتے نہیں دیکھا۔ وہ ہمیشہ ایک چال چلتے تھے۔ کبھی گھر میں دوبارہ سالن مانگتے نہیں دیکھا، کبھی کسی سے پانی تک نہیں مانگتے تھے۔ کسی نے خود دے دیا تو ٹھیک ہے، ورنہ خود اُٹھ کر پی لیتے تھے۔

حفظ قرآن:

گاؤں ہی کے ایک حافظ عبدالغنی رحمہ اللہ جو کہ بینائی سے محروم تھے، ان سے قرآن پاک حفظ کیا۔ دادا جان کا خیال تھا کہ حفظ کے بعد سکول داخل کروائیں گے لیکن اس کی نوبت ہی نہیں آئی۔ جب حفظ سے فارغ ہوئے تو اس وقت تک اردو لکھنے پڑھنے میں اچھی طرح مہارت پیدا کرلی تھی۔ اردو لکھنے پڑھنے میں والد محترم کا کوئی استاذ

نہیں تھا بس شوق اور لگن میں ہی بہت کچھ سیکھ لیا۔

درس نظامی:

حفظ قرآن سے فراغت کے بعد دادا جان نے والد محترم کو جامعہ سعیدیہ خانیوال میں داخل کروادیا۔ بانی جامعہ سعیدیہ خانیوال مولانا ابوالحسنات علی محمد سعیدی اور مولانا داود مسعود رحمہما اللہ (یہ دونوں احباب محدث العصر مولانا شرف الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے) سے درس نظامی کی تعلیم حاصل کی۔ خصوصاً مولانا داود مسعود رحمہ اللہ سے بہت اُنس اور محبت تھی۔ ان سے بہت استفادہ کیا۔ جامعہ سعیدیہ خانیوال میں چار سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد مزید تعلیم کے لیے کسی اور جامعہ میں جانے کا ارادہ کیا۔ ابتدا میں جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن بھی گئے لیکن طبیعت مطمئن نہ ہوئی، پھر جامعہ سلفیہ فیصل آباد تشریف لے گئے، وہاں مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی رحمہ اللہ کا درس سنا۔ خود فرماتے ہیں کہ درس سننے کے بعد میں نے یہ فیصلہ کرلیا کہ مجھے ان سے ضرور پڑھنا ہے۔ حافظ عبداللہ صاحب کی علمیت والد محترم کو جامعہ سلفیہ فیصل آباد لے آئی۔ چار سال حافظ عبداللہ بڈھیمالوی رحمہ اللہ سے کسبِ فیض کیا۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ:

جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے فراغت کے بعد مختلف دینی مدارس جن میں جامعہ سعیدیہ خانیوال اور جامعہ سلفیہ فیصل آباد بھی شامل ہے درس نظامی کی کلاسوں کو تقریباً چھ سال پڑھایا۔ جب مدینہ یونیورسٹی تعلیم کی بات چلی تو دادا مرحوم نے والد محترم کو مدینہ جانے کی اجازت نہ دی، وہ بیٹے کو اتنی دور بھیجنے پر آمادہ نہ تھے۔ بالآخر چار پانچ سال منت سماجت کے بعد جب دوسری بار موقع میسر آیا تو دادا جان نے جانے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ ۱۴۰۰ھ میں مدینہ یونیورسٹی گئے اور ۱۴۰۴ھ میں، جو ۱۹۸۳ء بنتا ہے فارغ ہوکر واپس آگئے۔

مدینہ یونیورسٹی سے واپسی پر پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم۔اے اسلامیات کا امتحان فرسٹ پوزیشن میں پاس کیا۔

بعدازاں والد محترم نے پی۔ایچ۔ڈی کے لیے کاغذات جمع کروائے۔ پی۔ایچ۔ڈی میں آپ کے مقالے کا موضوع برصغیر کی دو تفسیروں کا تقابلی جائزہ تھا۔ ایک حنفی مسلک کی ترجمان قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تفسیر مظہری اور دوسری مسلک اہل حدیث کی ترجمان نواب صدیق حسن خان کی تفسیر فتح البیان تھی۔ یہ دونوں تفاسیر دس دس جلدوں پر مشتمل ہیں۔ بظاہر یہ دونوں تفسیروں کا تقابلی جائزہ ہے لیکن دراصل یہ برصغیر میں مسلک احناف اور مسلک اہل حدیث کے بنیادی علمی اصولوں کا تقابلی جائزہ ہے۔ تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل پر عربی زبان میں تحریر کردہ یہ مقالہ ۱۹۹۷ء میں مکمل ہوگیا۔ پانچ سال بعد اس کی رپورٹ آئی اور ۲۰۰۲ء میں صرف ۵ منٹ کے مناقشے کے بعد آپ کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری مل گئی۔

اساتذہ کرام:

والد محترم کے اساتذہ میں نمایاں نام درج ذیل ہیں:

دادا مرحوم میاں عبدالعزیز، حافظ عبدالغنی، شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوالحسنات علی محمد سعیدی، شیخ الحدیث حضرت العلام مولانا ابوالطیب محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، شیخ الحدیث مولانا ثناء اللہ ہوشیارپوری، شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد بنیامین ماموں کانجن، شیخ الحدیث مولانا فاروق احمد راشدی گوجرانوالہ، فضیلۃ الشیخ جابر الجزائری، فضیلۃ الشیخ الادیب عبدالرؤوف اللبدی، فضیلۃ الشیخ عبدالحسن بن العباد، شیخ حماد بن محمد الانصاری، شیخ عطیہ بن محمد السالم، شیخ عبدالقادر شیبۃ الحمد، ڈاکٹر محمد حمود الوائلی، ڈاکٹر عبدالرزاق بن عبدالحسن العباد، اور پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر حفظہ اللہ۔

تحریری خدمات:

جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں دوران تدریس، ادارۃ البحوث الاسلامیۃ جامعہ سلفیہ کی داغ بیل ڈالی اور اس کے سربراہ کی حیثیت سے تصنیفی و تحقیقی خدمات سرانجام دیں۔

① ۱۹۷۰ء میں مولانا سید داود غزنوی رحمہ اللہ کے حالات زندگی پر ایک مفصل کتابچہ تحریر فرمایا جو اسی زمانے میں اشاعت پذیر ہوا۔

② ۱۹۷۱ء میں لاہور کے ایک ماہنامہ میں ''دینی مدارس کے

نصاب اور طرزِ تعلیم پر ایک نظر'' کے عنوان سے تین اقساط میں مفصل مضمون تحریر کیا۔

③ ۱۹۷۳ء میں لاہور ہی سے شائع ہونے والے ماہنامہ محدث میں ''معیشت اور اخلاق کا باہمی تعلق شاہ ولی اللہ کے افکار کی روشنی میں'' کے عنوان سے ایک مقالہ قلمبند کیا جو چودہ اقساط میں شائع ہوا۔

④ ۱۹۷۴ء میں طبقات کتب حدیث، اسانید کتب حدیث اور بعض علمی فوائد اور مصطلحات حدیث پر مشتمل حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی فارسی کتاب "العجالة النافعة" کو عربی زبان میں منتقل کیا اور عربی میں ہی اس پر حواشی اور تعلیقات تحریر کیں اور پھر اسے شائع کروایا۔ برصغیر پاک ہند اور بنگلہ دیش کے تمام اساتذہ حدیث کی اسانید کتب حدیث کا مرجع یہی کتاب ہے۔

⑤ ۱۴۰۴ھ میں مدینہ یونیورسٹی کے کلیہ شریعہ سے ڈگری کے حصول کے لیے ایک مقالہ بعنوان "الاستصلاح في الشريعة الإسلامية" (یعنی شریعت میں اجتہاد کے لیے مصلحت کا بطور دلیل استعمال) لکھا جو ایک سو بڑے صفحات پر مشتمل ہے۔

⑥ ۱۹۸۳ء میں مولانا فتح محمد جالندھری رحمہ اللہ کے ترجمہ وحواشی قرآن کریم ''فتح الحمید'' پر نظر ثانی کی اور بالخصوص آیات صفات کے معانی ومفاہیم کا سلف امت کے عقائد وموقف کی روشنی میں تنقیدی جائزہ لیا اور تنقیح وتصحیح کی جو شائع ہو کر سعودی حکومت کی طرف سے مفت تقسیم ہو چکا ہے اور آج کل نایاب ہے۔

⑦ ۸۷۔۱۹۸۸ء میں حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کا فارسی ترجمہ وحاشیہ ''فتح الرحمان'' کا اوّل تا آخر اپنے رفقاء حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ اور قاری نعیم الحق نعیم رحمہ اللہ کے ساتھ مل کر پوری دقیق نظری کے ساتھ سلف صالحین اور خصوصاً شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اصول تفسیر کی روشنی میں جائزہ لیا اور تصحیح کی۔ جو سعودی شہزادے ولید بن طلال کے خصوصی خرچ پر شائع ہو کر مفت تقسیم ہو رہا ہے۔

⑧ مولانا ابو الطیب عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کی سند حدیث پر تفصیلی مضمون لکھا جس میں رجال سند کے اجمالی حالات پر روشنی ڈالی۔

⑨ مفتی اسلام، شیخ الحدیث والتفسیر حافظ ثناء اللہ مدنی متعنا اللہ بطول حیاته کے فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ پر ایک طویل مقدمہ بعنوان ''افتاء واجتہاد'' تحریر کیا۔ جو تقریباً ایک سو صفحات پر مشتمل ہے۔

⑩ محدث العصر حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کی کتاب ''دوامِ حدیث'' جلد دوم میں ایک طویل مقدمہ بعنوان ''دین میں حدیث نبوی کا مقام اور اس کی معجزانہ حفاظت'' تحریر کیا۔

متعدد کتب کے اُردو تراجم کیے، جن کے نام درج ہیں:

⑪ علامہ شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی کتاب ''حجیت حدیث''

⑫، ⑬ فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ کی کتاب "عقيدة أهل السنة والجماعة" اور "الحجاب" (جو متعدد بار طبع ہو چکی ہے)۔

⑭ شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے رسائل: خطبہ حجۃ الوداع، مریض کی طہارت کے مسائل اور سجدہ سہو کے احکامات۔

علم وفضل:

عموماً کہا جاتا ہے کہ علم وعمل بہت کم یکجا ہوتے ہیں لیکن والد محترم رحمہ اللہ کی ذات ان کم یاب مثالوں میں سے ایک مثال تھی۔ وہ اپنے وقت کے معروف عالم، عظیم خطیب اور بہترین مربی اور مشفق استاد تھے۔

آپ کی زندگی کے نمایاں امتیازات میں سے ایک امتیاز تمسک بالکتاب والسنۃ بھی تھا۔ محدثین کرام، آئمہ عظام، علم اور اصحاب علم، خصوصاً طلباء علم کا احترام، ان کی قدر شناسی، اساتذہ کی شفقتوں کا اعتراف، محدثین اور مسلک محدثین سے بے پناہ محبت آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔

اصابت رائے:

والد محترم معاملات کو خوب سمجھتے تھے۔ حیران کن حد تک فریقین کو اپنے فیصلے پر راضی کر لیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ بڑے بڑے

معاملات آپ کے سپرد کر دیا کرتے تھے۔آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ سب سے قیمتی متاع فکر رسا اور صائب رائے تھی۔

مسائل اور حوادث میں آپ کی نظر بہت دور تک جا پہنچتی تھی۔ ہر معاملے کو نہایت خوش اسلوبی سے سلجھا لیا کرتے تھے۔ باوجود تواضع وانکساری کے، دین کے معاملے میں مسلک محدثین پر پوری قوت اور غیرت سے جم جایا کرتے تھے۔

اخلاق:

بے حد متواضع تھے۔نہایت فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے لیکن ہمیشہ اچھا اور صاف ستھرا پہنتے تھے۔ دنیا کی بے ثباتی کا درس دیا کرتے تھے۔خوش خوراک لیکن قناعت پسند،کبھی کھانے میں عیب نہ نکالتے۔

نہایت عبادت گزار، مرنجاں مرنج اور متوازن شخصیت کے مالک تھے۔تمام مذہبی حلقوں میں احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ اتحاد بین المسلمین کے داعی اور علم بردار تھے۔

منکسر المزاج ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی خوددار، جو حق سمجھتے تھے دوٹوک الفاظ میں بیان کر دیتے تھے۔ظاہر و باطن میں یکساں، شفاف طبیعت کے مالک۔کبھی کسی سے اپنی ذات کے لیے دشمنی نہیں کی۔کسی کی جائز سفارش کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقام و مرتبہ اور بے پناہ شہرت عطا کی تھی لیکن اس کے باوجود کبھی کسی عہدے کی طلب نہ کی بلکہ اکثر عہدوں کی پیش کش کو ٹھکرا دیا۔

تبلیغی خدمات:

آپ نے متعدد معروف علماء کو پڑھایا۔لیکن آپ اپنے آپ کو استاد کہلانے کا مستحق نہیں گردانتے تھے۔ بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی اعتراف کرے تو اس سے دعا کی درخواست ہے۔

۱۹۷۲ء میں جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے فراغت کے بعد چھ برس دینی مدارس میں آخری کلاسوں کو حدیث، تفسیر، فقہ اور قواعد کے درس دیے۔

۱۹۷۸ء میں سال بھر ”ادارۃ البحوث الاسلامیۃ“ جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے سربراہ کی حیثیت سے تصنیفی و تحقیقی کام کیا۔

۱۹۸۲ء کے تعلیمی سال میں اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور کے شعبہ عربی میں مہمان استاد کی حیثیت سے ایم۔اے کی کلاسوں کو پڑھایا۔

۱۹۸۷ء میں ”نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف پبلک ایڈمنسٹریشن“ (NIPA) لاہور میں ججز کورس میں اصول اجتہاد پر تین درجن کے قریب لیکچرز دیے۔

۱۹۹۰ء میں ملک کی قدیمی درسگاہ اور اپنی مادر علمی جامعہ سعیدیہ خانیوال کا انتظام وانصرام سنبھالا اور اس کی از سر نو تعمیر کا آغاز کیا۔اور تا حیات اس کے رئیس رہے۔

۱۹۹۵ء میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی طرف سے منعقدہ تعلیمی و ثقافتی کورس میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے اساتذہ کے ساتھ ثقافت اسلامیہ پر محاضرات دیے۔

نومبر ۱۹۹۷ء میں نیویارک کی مسلم کمیونٹی کی خصوصی دعوت پر وہاں عظمت مسلم کانفرنس میں شرکت کی اور دو ہفتے اسلام پر لیکچرز دیے۔

۱۹۹۹ء میں سہالہ پولیس کالج میں آفیسر ٹریننگ کورس میں انسانی حقوق پر لیکچرز دیے۔

۲۰۰۰ء اور ۲۰۰۱ء میں برطانیہ میں منعقدہ اسلامی کانفرنس میں شرکت کی۔

۲۰۰۲ء میں انڈونیشیا میں ایک بین الاقوامی سیمینار میں شرکت کی اور وہاں مہینا بھر علماء کرام کو حدیث رسول پر اور ردّ قادیانیت پر پُر مغز لیکچرز دیے۔

۲۰۰۵ء میں بحرین کی جماعت کے پُر زور اِصرار پر بخاری شریف کی تدریس کے لیے تشریف لے گئے جہاں بحرین کے مشائخ اور طلباء علم نے آپ سے بخاری پڑھی اور سند حدیث حاصل کی۔

کچھ عرصہ فیڈرل شریعت کورٹ اسلام آباد کے فقہی مشیر بھی رہے۔

۲۰۱۱ء میں سعودی حکومت کی خصوصی دعوت پر حج کے موقع پر افتاء

وارشاد کے لیے سعودی عرب تشریف لے گئے جہاں دوماہ اِفتاء وارشاد کا فریضہ سرانجام دیا۔

خاندانی زندگی:

والدمحترم کی شادی ۱۹۷۳ء میں اپنے استاذ مولانا ابوالحسنات علی محمد سعیدی ؒ کی صاحبزادی سے ہوئی جو ہماری والدہ محترمہ ہیں۔ ہم تین بھائی اور تین بہنیں ہیں۔ ہماری تربیت ہماری والدہ محترمہ نے بڑی جانفشانی اورمحنت سے کی۔ ہم سب نے حفظ قرآن کی سعادت اپنی والدہ محترمہ کے پاس حاصل کی۔

میں بھائیوں میں بڑا ہوں۔ میرا نام والدمحترم نے اپنے استاد مولانا داود مسعود ؒ کے ساتھ عقیدت کی بنا پر مسعود رکھا۔ حفظ قرآن کے بعد جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے ثانویہ اور جامعہ لاہور الاسلامیہ کے کلیہ شریعہ سے فراغت کے بعد جامعہ محمد بن سعود الاسلامیہ کے کلیہ اصول الدین میں تعلیم مکمل کی۔ اورآج کل اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے پی۔ایچ۔ڈی کے لیے مقالے کی تیاری میں مصروف ہوں اور ساتھ ساتھ جامعہ سعیدیہ خانیوال کا انتظام وانصرام سنبھالے ہوئے ہوں اور جامع الحسنات میں خطابت کی ذمہ داری ہے۔ میری شادی خانہ آبادی بانی جامعہ سعیدیہ مولانا ابوالحسنات علی محمد سعیدی ؒ کی پوتی کے ساتھ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تین بیٹوں (عبداللہ بن مسعود، عبدالعزیز بن مسعود اورعبدالمعیذ بن مسعود) سے نوازا ہے۔

دوسرا بھائی: حافظ محمود اظہر حافظ قرآن ہے اور حال ہی میں جامعہ سعیدیہ خانیوال سے ثانویہ کرنے کے بعد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے معہد اللغۃ میں زیرتعلیم ہے۔

حافظ سعد اظہر: حافظ قرآن ہے اور کامسٹ یونیورسٹی اسلام آباد سے BBA کررہے ہے۔

بہنیں: میری تینوں بہنیں ہمارے تایا، یعنی والدمحترم کے بڑے بھائی حافظ عبدالستار حفظہ اللہ کے بیٹوں کے گھر میں ہیں۔

بڑے داماد قاری عبداللطیف ساجد مدینہ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہیں اورمکتب الدعوۃ اسلام آباد میں خدمات سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ جامع امام نسائی میں خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کے تین بیٹے (عبدالرحمٰن، عبدالرحیم اورعبدالمتین) اور دو بیٹیاں ہیں۔

ان سے چھوٹے داماد حافظ عبدالجلیل شاکر جوسرگودہا یونیورسٹی سے M.phil کررہے ہیں۔ ان کی ایک بیٹی ہے۔

سب سے چھوٹے داماد حافظ عبدالوکیل فہیم جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے کلیہ شریعہ میں زیرتعلیم ہیں۔ ان کا بھی ایک بیٹا عبدالہادی ہے۔

والدمحترم تمام بچوں سے بہت انس اور پیار کرتے تھے۔

مسلم امہ کے اہم مسائل پر موقف

۱: حلالہ کے مسئلے پر روزنامہ اوصاف کے فورم پر فرماتے ہیں:

حلالہ ایک بدترین معاشرتی خرابی ہے۔ جس کا ارتکاب اسلام جیسے مقدس اور غیرت پر مبنی دین کے نام پر ہورہا ہے۔ بھارتی حکومت نے ہندوہونے کے باوجود وہاں اپنی مذہبی رسم ’’ستی‘‘ پرسخت پابندی لگا رکھی ہے مگر پاکستان میں حلالہ کے بہانے معزز ومحترم اور غیورخواتین کوزندہ درگور کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔

۲: علماء کرام کے وقار پر روزنامہ جنگ کے فورم میں یوں گویا ہیں:

مجھے اس موضوع سے اتفاق نہیں ہے کہ علماء کرام کے وقاراوران کی اہمیت میں کوئی کمی واقع ہوئی ہے۔ بلکہ میرے خیال میں آزادی کے بعدتو علماء حق کے وقار میں اضافہ ہوا ہے۔ حکومتوں میں شامل ہونے کے باوجود اگرکوئی طبقہ کالے کرتوتوں سے محفوظ رہا ہے تو وہ علماء کرام کا طبقہ ہے۔ مثالیں آپ کے سامنے ہیں۔ ماضی میں سید داود غزنوی، مولانا محمد ذاکر، مفتی محمود اور حال میں مولانا معین الدین لکھوی اور جناب ساجد میر۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کا شاید کرپشن کے سلسلے میں ذکرتک نہیں آیا۔

معاشرے میں علماء کرام کی اہمیت اور ان کے وقار کا اندازہ لگانے کے لیے بے ہنگم عوامی پراپیگنڈے سے ہٹ کر اور یورپ زدہ

(باقی صفحہ نمبر۲۶ پر)

سیرتِ نبوی

رسول اکرم ﷺ کا حسن اخلاق اور ہمارا رویہ

عبدالرحیم بلتستانی

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ دنیا میں سارے مذہبوں کی بنیاد اخلاق ہی پر منحصر ہے، چنانچہ تمام انبیاء ومصلحین کی تعلیم یہی ہے کہ سچ بولنا اچھا ہے، جھوٹ بولنا برا ہے۔ اسی طرح انصاف بھلائی ہے۔ ظلم برائی ہے، خیرات نیکی ہے، چوری بدی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے خود ارشاد فرمایا:

((إنما بعثت لأتمم مكارم الأخلاق .))

(الأدب المفرد، رقم الحديث: ۲۷۳)

''میں اس لیے بھیجا گیا ہوں گا کہ اخلاق حسنہ کی تکمیل کروں۔''

کسی انسان میں اچھا اخلاق پایا جانا بہترین صفت ہے کیوں کہ اس صفت کا حامل انبیاء، صدیقین اور صالحین کے درجات کو پالیتا ہے اور صاحب اوصاف کا مقام بھی بڑھ جاتا ہے۔ اس وجہ سے اللہ ربّ العزت نے نبی کریم ﷺ کے اخلاق وکردار میں تمام اچھے آداب جمع فرما دیے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے اخلاق کا تذکرہ قرآنِ مجید میں بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَ إِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ [القلم: ٤]

''اور بے شک تُو بہت بڑے (عمدہ) اخلاق پر ہے۔''

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ رقم طراز ہیں:

''اس سے مراد وہ تہذیب وشائستگی، نرمی، شفقت، امانت وصداقت، حلم وکرم اور دیگر اخلاقی خوبیاں ہیں جس میں آپ ﷺ نبوت سے پہلے بھی ممتاز تھے اور نبوت کے بعد مزید بلندی اور وسعت آئی۔'' (تفسیر احسن البیان)

خوش اخلاقی سے ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور الفت پیدا ہوتی ہے۔ اس کے برعکس اگر کوئی بدقسمت اخلاقِ رذیلہ کا حامل ہو تو اس سے ایک دوسرے کے ساتھ بغض اور حسد پیدا ہوا تا ہے۔ اور معاشرے میں اس انسان کی قدر وقیمت بالکل نہیں رہتی بلکہ ہر جگہ اس کی برائی کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

ذیل میں اسی کے فضائل کا ہم تذکرہ کریں گے۔

جنت میں لے جانے کا ذریعہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا:

"أكثر ما يدخل الجنة؟" قال: ((تقوى الله، وحسن الخلق .)) (ترمذي، رقم الحديث: ۲۰۰٤، مستدرك حاكم: ٤/ ۳٦۰)

یعنی جنت میں دخول کا سبب عموماً یہ ہے: اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور اچھا اخلاق۔''

اچھے اخلاق کا مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ خوش ہو کر ملنا، اچھی چیز کو خرچ کرنا، لوگوں سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا، ایثار کرنا۔ یہ سب چیزیں ہر مسلمان کے اندر پائی جانی ضروری ہیں۔

قیامت کے دن میزان میں بھاری چیز:

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

((ما من شيء أثقل في ميزان المؤمن يوم القيامة من خلق حسن، وإن الله ليبغض الفاحش البذي .)) (سنن ترمذي، رقم الحديث: ۲۰۰۲)

''قیامت کے دن مومن کی میزان میں سب سے زیادہ

بھاری کرنے والی چیز اچھا اخلاق ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے کھلی فحش گوئی سے۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے اندر اچھے اخلاق کا ہونا بہت زیادہ فیوض وبرکات کو سمیٹنا ہے کیوں کہ روزِ قیامت نیکی کے پلڑے میں اخلاق بہت زیادہ وزنی ہوگا۔

روزہ دار کے درجات کا حصول:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے:

((إن المؤمن ليدرك بحسن خلقه درجة الصائم القائم .)) (سنن أبي دواد، رقم الحديث : ٤٧٩٨)

"بے شک مومن اچھے اخلاق کی وجہ سے روزہ دار اور قیام کرنے والے کے درجے تک پہنچ سکتا ہے۔"

اس حدیث میں (درجة الصائم القائم) کا مطلب یہ ہے کہ بہت اعلیٰ درجات پر فائز ہوسکتا ہے۔ جو شخص دن کو روزہ رکھتا ہو اور رات کو قیام کرتا ہو تو اس انسان کے لیے جو مرتبہ، فضیلت اور عظمت حاصل ہوتی ہے یہی فائدہ بندۂ مومن کو اچھے اخلاق اپنانے کی وجہ سے حاصل ہوجاتا ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ کے اخلاق عالیہ:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

لم يكن رسول الله ﷺ فاحشا ولا متفحشا، وكان يقول: ((إن خياركم أحسنكم أخلاقا .)) (صحيح بخاري، رقم الحديث : ٣٥٥٩، صحيح مسلم، رقم الحديث : ٢٣٢١)

رسولِ اکرم ﷺ فحش گو نہیں تھے۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے: "تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو۔"

کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ آپ ﷺ کا اخلاق کیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا:

"كان خلقه القرآن ." (أبو داود)

"آپ ﷺ کا اخلاق قرآن ہی ہے۔"

مولانا شبلی نعمانی رقم طراز ہیں:

"وہی حامل قرآن کی سیرت میں بصورت عمل تھا۔ اگر غریبوں اور مسکینوں کی امداد واعانت کا حکم دیا تو پہلے خود فرض کو ادا کیا، خود بھوکے رہے اور دوسروں کو کھلایا۔ اگر آپ ﷺ نے اپنے دشمنوں اور قاتلوں کو معاف کرنے کی نصیحت کی تو پہلے خود اپنے دشمنوں اور قاتلوں کو معاف کیا۔ کھانے میں زہر دینے والوں سے درگزر کیا۔ اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیا۔ آپ ﷺ پر تیر برسائے اور تلواریں چلائیں، مسلح ہوکر بھی کبھی ان پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔"

(سیرت النبی: ۲۳/۶)

دنیا کے کسی پیغمبر اور بانی دین اپنے پیغمبر یا بانی کی اخلاقیت کو تحدی اور اعلان ساتھ اس کے ہمعصروں کے سامنے پیش نہیں کیا لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کے صحیفہ نے سب سے آگے بڑھ کر بلا خوف وخطر اپنے داعی اور مبلغ کی زندگی اخلاقیات کو خود اس کے معاصرین کے سامنے نقد وتبصرہ کے لیے پیش کیا۔ (سیرت النبی: ۲۴/۶)

قارئین کرام! اس عظیم صفت اور پاکیزہ خصلت پر غور فرمائیں کہ نبی کریم ﷺ نے یہاں تک فرمایا کہ انسان اچھے اخلاق کی وجہ سے روزہ دار اور قیام اللیل کرنے والے کے درجات پر فائز ہوسکتا ہے۔ اگر کوئی اس مرتبے کو حاصل کرلے تو اس سے زیادہ کون خوش قسمت ہوسکتا ہے؟

ایمان کی تکمیل:

انسان اچھے اخلاق کی وجہ سے کامل مومن بن سکتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((أكمل المؤمنين إيمانا أحسنهم خلقا .))

(مسند أحمد: ٢/ ٢٥٠، أبو داود، رقم الحديث: ٤٦٨٢)

"مومنوں میں سب سے زیادہ کامل ترین مومن وہ ہے جس

کا اخلاق سب سے زیادہ اچھا ہے۔''

اچھے کلمات زبان سے ادا کرنا:

اگر مسلمان صدق دل سے اچھا لفظ زبان سے ادا کرتا ہے تو اللہ ربّ العزت اس انسان کی حسنات بڑھا دیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((الکلمة الطیبة صدقة .)) (صحيح بخاري، رقم الحديث: ۲۸۲۷، صحيح مسلم، رقم الحديث: ۱۰۰۹)

''پاکیزہ کلمہ کہنا بھی صدقہ ہے۔''

یہاں تک آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی مسلمان بھائی کے ساتھ مسکرا کے ملنے سے بھی اس کو ثواب ملتا ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

((وتبسمك فی وجه أخيك لك صدقة .))

(ترمذي، رقم الحديث: ۱۹۵۶)

''کسی (مسلمان) بھائی کو مسکرا کر ملنا بھی تیرے لیے صدقہ ہے۔''

بہت زیادہ صفات ایسی ہیں جو اچھے اخلاق کی علامت ہیں، مثلاً: (۱) انسان بہت زیادہ حیا کرنے والا ہو۔ (۲) زبان سے ہمیشہ سچ بولنا۔ (۳) باتیں کم کرنا۔ (۴) بہت زیادہ نیکی کرنے والا۔ (۵) بہت زیادہ صبر کرنے والا۔ (۶) بہت زیادہ شکر گزاری۔ (۷) بردباری کرنے والا۔ (۸) نرمی کرنے والا۔ (۹) شفقت کرنے والا۔ (۱۰) عفت وعصمت۔ (۱۱) اللہ کے لیے محبت کرنے والا۔ (۱۲) اللہ تعالیٰ کے لیے دشمنی کرنے والا۔

ان کے برعکس، مثلاً: (۱) گالی دینا۔ (۲) چغلی کرنا۔ (۳) غیبت کرنا۔ (۴) جلد بازی کرنا۔ (۵) کنجوسی کرنا والا۔ (۶) حسد کرنا۔ (۷) لعن طعن کرنا۔

اس سے انسان کی ذات پر بہت زیادہ بُرا اثر پڑتا ہے، لہٰذا مسلمانوں کے اندر یہ خامیاں نہیں ہونی چاہئیں۔

اچھے اخلاق کو زائل کرنے والے اسباب:

(۱) تکبر، (۲) بزدلی، (۳) فخر کرنا، (۴) تعجب کرنا، (۵) حسد کرنا، (۶) سرکشی، (۷) ظلم، (۸) حق بات سے اعراض کرنا، (۹) شہرت پسند، (۱۰) حب جاہ، (۱۱) جھوٹ، (۱۲) خیانت، (۱۳) ریاکاری، (۱۴) مکاری، (۱۵) دھوکا بازی، (۱۶)، لالچ، (۱۷) سستی وکاہلی، (۱۸) دوسرے مسلمان بھائی کو حقیر جاننا، (۱۹) حق بات کو ٹھکرا دینا، (۲۰) رشتہ داری کو توڑنا۔

میرے مسلمان بھائی! اچھے اخلاق کے بہت زیادہ ذرائع ہیں۔ ان کو انسان اگر اپنانے کی بہت زیادہ کوشش کرے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی معزز اور اپنے معاشرے میں بھی معزز بن جاتا ہے اور اس طرح برے اخلاق، یعنی فحش کلام کرنا، غیبت، چغلی، رشتہ داری کو توڑنا اور اس طرح کے رذائل اخلاق سے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو بچا کے رکھنا چاہیے۔

انسان پر تعجب ہے کہ وہ ایک دن میں اپنے چہرے کو کم از کم پانچ مرتبہ دھو کر صاف کرتا ہے لیکن انسان اپنے دل کو کم از کم سال میں ایک مرتبہ بھی صاف نہیں کرتا۔ انسان کے دل میں برائی کی وجہ سے سیاہ دھبہ لگ جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((إن المؤمن إذا أذنب كانت نكتة سوداء في قلبه، فإن تاب ونزع واستغفر صقل قلبه فإن زاد زادت فذلك الران الذي ذكره الله في كتابه: ﴿ كلا بل ران على قلوبهم ما كانوا يكسبون﴾ (ابن ماجه، رقم الحديث: ۴۲۴۴)

''جب مومن گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے، پھر اگر توبہ کرے اور آئندہ کے لیے اس سے باز آ جائے اور استغفار کرے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر اور زیادہ گناہ کرے تو (سیاہ) دھبہ بڑھتا جاتا ہے، اور یہی وہ ''ران'' (زنگ) ہے جس کا تذکرہ اس آیت میں اللہ نے کیا ہے: ﴿كلا بل ران على قلوبهم ما كانوا

يكسبون﴾“

نبی کریم ﷺ کی وصیت:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے مجھ کو وصیت کی:

((اتق الله حيثما كنت وأتبع السيئة الحسنة تمحها وخالق الناس بخلق حسن .))

(مسند أحمد: ٥/ ١٥٨)

”تو جہاں کہیں بھی ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ گناہ کے بعد (فوراً) نیکی کر (تاکہ) گناہ مٹ جائے اور لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ میل جول رکھنا۔“

((إن من أحبكم إلى أو أقربكم مني مجلسا يوم القيامة أحسانكم إخلاقا .)) (ترمذي، رقم الحديث: ٢٠١٨، سنن أحمد: ٤/ ١٩٤)

”تم میں سب سے زیادہ محبوب اور روز قیامت سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جن کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔“

لمحہ فکریہ:

مسلمانوں کے لیے خوش اخلاقی بہت زیادہ ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ اخلاق حسنہ کے انتہائی عروج پر ہونے کے باوجود پھر بھی اللہ تعالیٰ سے التجا فرماتے تھے:

((اللهم كما حسنت خلقي فاحسن خلقي .))

(أحمد: ٦/ ٦٨)

”اے اللہ! تُو نے جس طرح میری صورت اچھی بنائی ہے، میری سیرت کو بھی اچھا بنا۔“

بقیہ: آہ! ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر

دماغوں سے صرف نظر کر کے دانشوروں، عقل مندوں اور باوقار لوگوں کے خیالات وافکار کا جائزہ لیا جائے تو ان میں سے اکثر کو کسی نہ کسی عالم دین کے حلقہ ارادت میں شامل پائیں گے۔ علماء کے بے وقار ہونے کے اسباب کا جائزہ لینے کی بجائے ذرائع ابلاغ بالخصوص اخبارات کو علماء کی صحیح شناخت اجاگر کرنی چاہیے۔ اس میں عوام کی بھلائی اور ملک کی بقا ہے۔

۳: مسلم امہ اور یہودیوں کے اتحاد کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بنی اسرائیل کے کبھی بھی مسلمانوں کے ساتھ اچھے تعلقات نہیں رہے۔ فلسطین پر یہودیوں کا ناجائز قبضہ ہے۔ اسرائیل کی بنیاد ہی غلط ہے۔ اس کے وجود کو تسلیم کرنا کفر ہے۔ دنیا کے حکمران اصولی طور پر مسلمان ہیں، لہٰذا حکومت پاکستان اسرائیل کو تسلیم نہ کرے۔

۴: اسلامیات کا نصاب تبدیل کرنے کے حوالے سے جنگ فورم میں خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حکمران اسلامیات کا نصاب تبدیل کر کے ملک کا اسلامی تشخص ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اسلامیات کا نصاب تبدیل کرنے سے دوقومی نظریہ ختم ہو جائے گا۔ فیصلے آسمانوں پر ہوتے ہیں۔ پاکستان کا اسلامی تشخص ہر صورت برقرار رہے گا ان شاءاللہ۔

۵: نکاح میں ولی کی شرط پر اپنے موقف کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہ معاشرتی اقدار کی بقاء و اصلاح کے لیے پیغمبر اسلام کا دیا ہوا سنہرا اُصول ہے۔ اسلام نے ولی کے ساتھ ساتھ لڑکی کی رضامندی کو بھی ضروری قرار دیا ہے۔ اسلام اور پیغمبر اسلام نے ہر معاملے میں انسانی غیرت کی پاسداری کی ہے۔ معاشرتی امور سے متعلقہ تمام احکام میں خاندانی نظام کی بقاء و اصلاح اور اخلاقی اقدار کی پاسداری اسلام کا طرہ امتیاز ہے۔ ولی کے بغیر نکاح کی اجازت بُرائی کے پھیلاؤ اور بدکاری کے لیے چور دروازے ہیں جن سے مادر پدر آزادی اور غیر اخلاقی معاشرہ جنم لیتا ہے۔

تذکرہ علمائے اہل حدیث

مفسر قرآن علامہ الٰہی بخش شجاع آبادی رحمہ اللہ

عبدالرحیم اظہر الکریمی ڈیروی

ولادت و تعلیم:

مفکر قرآن علامہ الٰہی بخش ۱۹۰۶ء کو شہر شجاع آباد کے غریب خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق راجپوت گھرانے سے تھا۔ بچپن ہی میں آپ اپنے والدین کی شفقت سے محروم ہو گئے تھے۔ آپ کی غریبی، خستہ حالی اور افلاس کے پیش نظر آپ کے تعلق دار اور رشتہ داروں نے آپ کو کوئی ہنر سیکھنے کی ترغیب دلائی۔ مولانا بھی ایک باشعور اور فطین و ذہین انسان تھے۔ وہ اپنے اردگرد کے ماحول کو خوب سمجھ رہے تھے۔ اور انھیں حصول تعلیم کا بھی بہت شوق تھا۔ آخر انھوں نے علوم اسلامیہ کے حصول کے لیے شیخ العرب والعجم مولانا عبدالحق محدث ریاستی ثم مکی کے پاس احمد پور شرقیہ کے مدرسہ میں پہنچ کر تعلیم کا آغاز کیا۔

ابتدائی کتب اور علم تفسیر و حدیث کی تحصیل کے دوران آپ رحمہ اللہ شجاع آباد واپس آ گئے۔ کچھ دن گزارنے کے بعد آپ چاہ خلیل والا پہنچ گئے۔ اُس دور میں چاہ خلیل والا علوم دین کا مرکز تھا اور یہاں پر مولانا خلیل الرحمٰن رحمہ اللہ جو اپنے زمانے میں عربی زبان اور منطق کے بہت بڑے ماہر اور علاقے کی نامور علمی و متقی ہستی تھے، اُن سے درس لینا شروع کیا۔ بعد ازاں اُن کے فرزند مولانا عبدالرحمٰن اور اُن کے شاگردوں میں مولانا صالح محمد کے آگے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ پھر اسی طرح علم حدیث کے حصول میں مولانا عبدالحق محدث ملتانی کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ نیز انھوں نے غزنوی اور روپڑی علماء سے استفادہ کیا اور اس کے علاوہ مولانا احمد علی لاہوری کے حلقہ درسِ قرآن میں بھی شریک ہوئے۔ مولانا بحث و مذاکرہ میں دلچسپی رکھنے کے سبب مولانا غلام مرشد خطیب شاہی مسجد لاہور کے پاس پہنچ کر بعض اشکالِ قرآن پر اُن سے تبادلہ خیال کیا اور اِسی حوالے سے وہ مولانا حسین احمد واں بھچراں کی خدمت میں بھی پہنچے۔

تدریس و خطابت:

بعد تکمیلِ تعلیم اپنے علاقہ شجاع آباد کی جامع مسجد اہل حدیث میں خطابت و امامت کے فرائض سرانجام دینا شروع کیے۔ بعد ازاں مختصر عرصہ کے لیے جماعت کے معروف مدرسہ دارالحدیث محمدیہ جلال پور میں ۹ ستمبر ۱۹۳۴ء کو مدرس مقرر ہوئے۔ پھر اُستاد العلماء مولانا سلطان محمود محدث جلال پوری ماہِ اکتوبر ۱۹۳۴ء کو اسی مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے۔ بعد میں ڈیرہ غازی خاں کی مرکزی جامع مسجد اہل حدیث بلاک نمبر ۱۵ میں امام و خطیب مقرر ہوئے۔ یہ مسجد ۱۹۱۵ء کو شیخ حسام الدین بن شیخ حاجی عبداللہ بن شیخ الٰہی بخش امرتسری ثم ملتانی ثم الدیروی ڈیرہ غازی خاں شہر جدید میں آ کر مولانا عبدالعزیز واعظ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس اور مولانا عبدالرحمٰن چنگوانی سے ملاقات کی اور باہمی مشورے سے پلاٹ خرید کر مسجد تعمیر کرائی۔ شیخ حسام نہایت ہی مخلص و ہمدرد اور علماء اسلام سے محبت رکھنے والے تھے۔ ان کی قربانیاں و ہمدردیاں اور مقامی بزرگ علماء اہل حدیث کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

اندازِ خطابت و وعظ:

مولانا شجاع آبادی مرحوم کے وعظ و خطاب کا اپنا ایک مخصوص انداز ہوتا۔ ان کے دو یا تین خطباتِ جمعۃ المبارک اور چند دروسِ قرآن راقم کو سننے کا موقع ملا جو انھوں نے بلاک نمبر ۱۵، بلاک چورہٹہ اور مسجد اہل حدیث چاہ چھینے والا جہاں اب مرکز التوحید ہے، میں ارشاد فرمائے تھے۔ اگرچہ وہ کوئی ملک گیر شہرت نہ رکھتے تھے۔

تاہم وہ اپنے حلقہ احباب ومحبان اور عوام وخاص سب میں مقبول اور محبوب سمجھے جاتے تھے۔

مولانا شجاع آبادی مرحوم اپنے خطبات ووعظ میں ہمیشہ فکر وتدبر فی القرآن اور رجوع الی القرآن کی تلقین فرماتے۔ اُن کے اندازِ بیان میں ایک خاص لطافت تھی۔ وہ الفاظ کے الٹ پھیر سے کام نہیں لیتے تھے بلکہ ہر بات سیدھے سادے انداز میں کہہ دیتے۔ مولانا شجاع آبادی مرحوم فروعی اور سطحی باتوں سے قطع نظر کرتے ہوئے مسائل حیات، حقوق وفرائض اور حقوق العباد کی ذمہ داریاں ادا کرنے کی تعلیم وتلقین فرماتے رہتے تھے۔ اُن کا وعظ وخطاب پُر تاثیر ہوتا جس کے سبب سامعین کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے۔ وہ ایک متین اور سنجیدہ انسان تھے۔ وہ رقیق القلب تھے۔ جب کوئی واقعہ یا قصہ بیان فرماتے تو خود بھی روتے اور سامعین کو بھی رُلاتے۔ وہ الفاظ کی پیچیدگیوں میں الجھنے سے گریز کرتے۔ جو کچھ بیان کرتے اپنے مخصوص انداز میں بیان کرتے جس کے سننے سے سامعین کی آنکھوں سے خود بخود آنسو جاری ہوجاتے۔ مولانا دنیاوی تصنع، نمود ونمائش اور جاہ وحشمت کی طلب سے بالکل آزاد تھے۔

مسئلہ قتل انبیاء:

استاذ العلماء مولانا محمد رفیق اثری حفظہ اللہ اپنی تالیف میں لکھتے ہیں:

"قتل انبیاء کے مسئلے میں بھی وہ (مولانا شجاع آبادی) عام علماء سے منفرد نظریہ رکھتے تھے اور دلائل تقریباً وہی ارشاد فرماتے جو شیخ محترم رحمہ اللہ کے نظریات میں ہم ذکر کر آئے ہیں۔

ڈیرہ غازی خان کے ایک جلسے میں جماعت کے ایک معروف اور پسندیدہ نعت گو شاعر صمصام مرحوم نے اپنے مخصوص انداز میں حضرت ایوب کے تذکرے میں کپڑوں کے اُن کے جسم اطہر کو کھانے کا تذکرہ کر دیا تو مولانا فوراً اسٹیج پر آئے اور صمصام سے معذرت کے ساتھ بڑی تفصیل سے واضح کیا کہ یہ بات لوگوں میں معروف ہے مگر کتاب وسنت میں اس کا کہیں ذکر نہیں ہے۔

بالاجمال قرآن مقدس نے ان کے بارے میں جو ارشاد فرمایا ہے وہی امت کی راہنمائی کے لیے کافی ہے، اس لیے اسرائیلیات بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب"

(مولانا سلطان محمود محدث جلال پوری، حیات، خدمات، آثار)

دور ضعیفی:

عمر کے لحاظ سے انسان جسمانی طور پر کمزور ہوجاتا ہے جو قدرت کا اپنا نظام ہے۔ جب مولانا بوجہ ضعیف العمری جسمانی طور پر بہت کمزور ہوگئے اور باہر کے لیے آمد ورفت میں مشکل پیش آنے لگی تو اپنے گھر تک محدود ہو کر رہ گئے۔ حلقۂ احباب اور عزیز واقارب ملنے کے لیے گھر پر آجاتے۔ اُس مجلسِ احباب میں کبھی قرآنی آیات کی شرح وتفسیر بیان کرنا شروع فرماتے اور اپنے گراں قدر علم سے حاضرین کو نوازتے۔ کبھی مولانا ظفر علی خان کی خطیبانہ سحر آفرینیوں کو بیان کر کے مجلس احباب کو سرشار کرتے اور خود بھی لطف اندوز ہوتے۔ جب مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کا ذکر آجاتا تو جھوم جھوم اُٹھتے۔ اُن کے طریق مناظرہ ومنطق اور اخلاص کو سراہتے۔ متقدمین ومتأخرین کی عظمت احسن انداز میں بیان فرماتے۔ مفسرین میں مولانا آزاد کے بڑے مداح تھے۔

آخری ایام:

مولانا شجاع آبادی مرحوم اخیر عمر میں عرق النساء کی شدید تکلیف اور نچلے دھڑ پر فالج کے حملے کی وجہ سے مستقل چارپائی تک محدود ہو کر رہ گئے اور ثقل سماعت کا عارضہ بھی مزید بڑھ گیا۔ لواحقین نے علاج ومعالجہ میں بھی ہمت سے کام لیا۔ لیکن تکلیف میں آئے روز اضافہ ہوتا رہا۔ اس کے باوجود مولانا بھی نہایت صبر وتحمل کا مظاہرہ فرماتے ہوئے قرآنِ مجید کی تلاوت اور ذکر واذکار ووظائف میں اپنے آپ کو مصروف رکھتے۔ جب جسمانی نقاہت وکمزوری میں مزید اضافہ ہونے لگا تو خود اٹھنے بیٹھنے سے قاصر ہوگئے تو پھر کسی کا سہارا لے کر بیٹھ جاتے یا لیٹ جاتے۔ ساتھ حاضرین میں سے کسی سے کہتے کہ قرآنِ کی فلاں آیت میرے ذہن میں چکر لگا رہی تھی۔ دل میں آیا کہ تم آؤ

تو اُس کے متعلق کچھ بتا دوں۔

مولانا مرحوم استغنا کا پیکر، شریعت کے سانچے میں ڈھلے ہوئے، قدیم وضع قطع کے نہایت مخلص وہمدرد اور فلاحِ انسانیت کا جذبہ رکھنے والے اپنے دور کے عامل بالقرآن والسنۃ، ممتاز عالم دین اور مفکر قرآن والسنۃ تھے۔ جنھوں نے تادم زیست دین محمدی کو اپنا ظاہر وباطن بنائے رکھا۔

وفات:

مولانا الٰہی بخش شجاع آبادی رحمہ اللہ نے ماہ مئی ۱۹۸۹ء میں انتقال فرمایا۔

اللھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ.

فہرست اردو کتب

محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری

دارالدعوۃ السّلفیہ، لاہور

۲۹۷ء۴۱۹ شاہ ولی اللہ
و۸۶ب البلاغ المبین فی احکام ربّ العالمین واتباع خاتم النّبیین، ص:۱۲۸۔ مکتبہ دین ودانش نسبت روڈ، لاہور۔
۲۹۷ء۴۱۹ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب
ا۸۶ب البلاغ المبین فی احکام ربّ العالمین واتباع خاتم النّبیین، مترجم: مولانا محمد علی مظفری، ص:۱۹۱۔ قرآن آسان تحریک، لاہور۔
۲۹۷ء۴۱۹ مفتی عبدالرحمٰن صاحب
ع۳۴د داتا کون؟ ص:۴۸۔ ادارہ تبلیغ جمعیۃ اہل حدیث، جام پور، ضلع راجن پور۔
۲۹۷ء۴۱۸ محمد صالح المنجد
ع۳۶۵ا اللہ کے ہاں حرام، بندوں کے ہاں آسان، ص: ۱۶۰۔ مترجم: عبدالرشید بن عبدالرحمٰن، نور اسلام اکیڈمی، لاہور

ختم نبوت:

۲۹۷ء۴۲ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ
ا۱۲۳ر روضہ اقدس کی زیارت، مترجم: الشیخ محمد صادق خلیل، ص: ۳۳۶، ادارہ الترجمۃ والتالیف والاشاعت للتبلیغ، فیصل آباد۔
۲۹۷ء۴۲ ڈاکٹر اسرار احمد
ا۳۸۷م معراج النبی علی صاحبہ الصلاۃ والسلام، ص:۴۰۔ مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور۔
۲۹۷ء۴۲ ڈاکٹر اسرار احمد
ا۳۸۷ن نبی کریم ﷺ کا مقصد بعثت، ص: ۶۰۔ مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور۔
۲۹۷ء۴۲ مولانا محمد اعظم صاحب
ا۵۴م معراج مصطفیٰ ﷺ وشب برات، ص: ۴۸۔ مدرسہ تعلیم القرآن جامع مسجد فاروق، گوجرانوالہ۔
۲۹۷ء۴۲ محمد بشیر احمد بٹ
ب۵۷م معراج دی رات، ص:۱۶۹۔
۲۹۷ء۴۲ مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی
ح۴۴م منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین، ص:۲۹۲۔ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنو۔
۲۹۷ء۴۲ ابن حزم
ح۳۴۵ع عصمت انبیاء، ص:۹۴۔ ہدایت اللہ ندوی، میاں چنوں
۲۹۷ء۴۲ محمد بن علی ابن حزم
ح۳۴۵ع عصمت انبیاء، ص:۱۱۱۔ اہل حدیث اکادمی، لاہور۔
۲۹۷ء۴۲ خالد گھرجاکھی
خ۱۹ا اتباع رسول، ص:۹۶۔ ادارہ احیاء السنہ، گھرجاکھ، گوجرانوالہ۔
۲۹۷ء۴۲ علامہ محمد نسیب رفاعی
ر۳۷ق قل جاء الحق (اردو)، ص:۶۶۔ عبدالرحمٰن عزیز الٰہ آبادی، رئیس ادارہ امر بالمعروف، قصور۔
۲۹۷ء۴۲ علامہ پروفیسر ساجد میر
س۱۱۷ش شاتم رسول کی سزا اور معافی۔
۲۔ عہد نبوت کے پانچ گستاخ، عبدالرشید حنیف، ص:۳۲۔ ادارہ علوم اسلامی، جھنگ صدر۔

۲۹۷ء۴۲ علامہ سعید بن عزیز یوسف زئی
س۳۷و وفات الانبیاء، ص:۴۸۔ کتاب خانہ قرآن وسنت، نارتھ کراچی۔
۲۹۷ء۴۲ محمد صدیق
ص ۵۹م مسئلہ وفات انبیاء کرام، ص: ۴۴۔ فاروقی کتب خانہ، لاہور۔
۲۹۷ء۴۲ مولوی محمد ظفر الدین
ظ ۲۶ت تنویر السراج فی ذکر المعراج، ص: ۳۲۔ رضوی دارالکتب، سرائے سلطان، لنڈا بازار، لاہور۔
۲۹۷ء۴۲ شیخ الاسلام حافظ عبداللہ محدث روپڑی
ع ۵۸ن نور محمدی کی پیدائش، ص: ۶۱۔ محدث روپڑی اکیڈمی، لاہور۔
۲۹۷ء۴۲ عبدالجبار
ع ۲۷ا اثبات الالہام والبیعہ بادلۃ الکتاب والسنہ، ص:۱۷۶۔ مطبع مفید، دکن حیدر آباد۔
۲۹۷ء۴۲ حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی
م ۹۰۷ع عصمت النبی، ص:۸۔ اخبار اہل حدیث، امرتسر۔
۲۹۷ء۴۲ حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی
م ۹۰۷س سلم الوصول الی اسرار الرسول، ص:۴۸۔ ونزول الملائکۃ، ص:۲۴۔ پنجاب پریس، شہر سیالکوٹ۔
۲۹۷ء۴۲ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی
ن ۶۷ب بوارق الغیب، ص:۱۳۸۔ کتب خانہ مجیدیہ، ملتان۔
۲۹۷ء۴۲۳ مولانا سعید احمد اکبر آبادی، ایم۔اے (مجموعہ ۲ کتب)
س ۱۷و وحی الٰہی، ص:۱۹۲۔ ندوۃ المصنّفین، دہلی۔
۲۔ فہم قرآن، مولانا سعید احمد، ایم۔اے، ص:۱۹۹۔ ندوۃ المصنّفین، دہلی۔
۲۹۷ء۴۲۳ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی
ک ۹۰۴ع عقل پرستی اور انکار معجزات، ص:۳۲۴۔ ناظم جامع مسجد محمدی اہل حدیث (روٹی والی) نزد اسلامیہ ہائی سکول، گجرات۔
۲۹۷ء۴۲۷ محمد اسماعیل قریشی
ا۴۲ن ناموس رسول اللہ اور قانون توہین رسالت، ص: ۴۵۸۔ الفیصل ناشران تاجران، لاہور۔
۲۹۷ء۴۲۷ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ
ا۱۲۳ا الصارم المسلول علی شاتم الرسول، مترجم پروفیسر محمد اعجاز جنجوعہ، ص: ۵۲۷۔ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاہور۔
۲۹۷ء۴۲۷ محمد عمار خان ناصر
ع ۹۳۷ت توہین رسالت کا مسئلہ چند اہم سوالات کا جائزہ، ص:۱۱۲۔ مکتبہ امام اہل سنت، جامع مسجد شیرانوالہ باغ، گوجرانوالہ۔
۲۹۷ء۴۲۷ مولانا احمد رضا خان قادری
ا۲۸۱گ گستاخ رسول کی سزا، ص:۳۲۔ انجمن نوری دعوت فکر، لاہور۔
۲۹۷ء۴۲۷ مولوی امام الدین واعظ پنجابی
ا۶۷خ خاتم النّبیین، ختم نبوت، مع ضمیمہ، ص: ۴۸۔ شیخ غلام حسین اینڈ سنز، لاہور۔
۲۹۷ء۴۲۷ نور محمد قریشی
ق ۵۱۸ح حیات مسیح اور ختم نبوت، ص: ۱۳۷۔ انسٹی ٹیوٹ آف سیرت اسٹڈیز بیت الحکمت، لاہور۔
۲۹۷ء۴۲۷ سیّد ابوالاعلیٰ مودودی (مجموعہ ۳ کتب)
م ۹۷خ ختم نبوت، ص:۶۴۔ اسلامک پبلی کیشنز، شاہ عالم، لاہور۔
۲۔ فلسفہ اور معجزہ۔ ابوالمحمود مولوی ہدایت اللہ صاحب سوہدروی، ص: ۹۵۔ اسلامیہ سٹیم پریس، باہتمام مولوی عبدالرشید۔
۳۔ جہاد اعظم کی تیاری۔ صوفی نذیر احمد کاشمیری،

ص:۹۵۔

۲۹۷ء۴۲۸ حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی

ح۴۷۴۲م مہدویت نے اسلام کو کیا دیا؟ ص:۶۱۔ انجمن اسوۂ حسنہ، کراچی، پاکستان۔

۲۹۷ء۴۲۸ عنایت اللہ اثری

ع۹۶ا اصول الاسلام لاہل الاسلام، ص:۳۴۔ انجمن اہل حدیث، دارالحدیث، گجرات۔

۲۹۷ء۴۲۸ عبدالرحمٰن طاہر سورتی (مجموعہ ۲ کتب)

ط۴۱ا ابن مریم اور پرویز، ص:۸۰۔ المکتبۃ العلمیہ، لاہور۔
۲۔ فضائل الامام من رسائل حجۃ الاسلام یعنی مکاتیات حضرت امام محمد الغزالی، امام احمد الغزالی، ص:۸۸۔ فضل الدین تاجر کتب قومی کشمیری، لاہور۔

۲۹۷ء۴۲۸ حضرت مولانا محمد منیر قمر نواب الدین

ق۷۱ظ ظہور امام مہدی، ایک اٹل حقیقت، ص:۲۲۱۔ مکتبہ کتاب وسنت، ریحان چیمہ، ضلع سیالکوٹ۔ (تعداد نسخ:۲)

۲۹۷ء۴۲۸ قاضی محمد نذیر صاحب

ن۴۵۳ا امام مہدی کا ظہور، ص:۳۲۔ نظارت اشاعت لٹریچر صدر انجمن احمدیہ، ربوہ، پاکستان۔

۲۹۷ء۴۲۸ مولانا عنایت اللہ اثری صاحب

ع۹۶ع عیون زمزم فی میلاد عیسیٰ بن مریم، ص:۱۸۴۔ یونس میٹل ورکس، گجرات۔

۲۹۷ء۴۲۸ مولانا محمد یوسف لدھیانوی

ی۹۴۷ن نزول عیسیٰ چند شبہات کا جواب، ص:۴۵۔ مرکزی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان۔

۲۹۷ء۴۲۸ مولانا محمد یوسف لدھیانوی

ی۹۴م المہدی والمسیح پانچ سوالوں کا جواب، ص:۲۴۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان۔

۲۹۷ء۴۲۸ مولوی محمد اسماعیل شید

ص۴۲ا صراطِ مستقیم، ص:۲۸۵۔ ملک سراج الدین اینڈ سنز، لاہور۔

۲۹۷ء۴۲۸ مولانا عبدالماجد دریا آبادی

ع۵۰۷ب بشریت انبیاء، ص:۲۳۲۔ میاں محمد عبداللہ چیمہ، متعلّم جامعہ ابی بکر الاسلامیہ، کراچی۔ (تعداد نسخ:۲)

۲۹۷ء۴۴۳ محمد صدیق

ص۵۹م مسئلہ بشریت انبیاء کرام، ص:۴۷۔ فاروقی کتب خانہ، لاہور۔

۲۹۷ء۴۲۲ ام حمزہ کیلانی

ح۳۷ل لعنت اور رحمت قرآن وحدیث کی روشنی میں، ص:۹۶۔ حدیث پبلی کیشنز، لاہور۔

۲۹۷ء۴۴۵ محمد بن صالح المنجد

م۱۳۷ا ارادہ ہے توبہ کرلوں لیکن، ص:۳۰۷۔ دارالکتاب والسنہ۔

۲۹۷ء۴۴۵ الدکتور صالح بن غانم السدلان

ص۳۱ت توبہ معنی حقیقت، فضیلت وشرائط، ص:۴۸۔ ادارہ تبلیغ الاسلام، جام پور۔

۲۹۷ء۴۴۵ محمد بن صالح المنجد

م۱۳۷ا ارادہ ہے توبہ کرلوں لیکن، ص:۸۹۔ نور الاسلام اکیڈمی، لاہور۔

۲۹۷ء۴۴۶ محمد جمیل اختر لاہوری

م۱۸۹ج جادو، جنات اور نظر بد کا توڑ، ص:۱۳۶۔ مبشر اکیڈمی، لاہور۔

۲۹۷ء۴۴۶ عمر سلیمان الاشقر

۴۶۷۱ج جن اور شیاطین کی دنیا، ص:۴۳۹۔ مکتبہ قدوسیہ، لاہور۔

۲۹۷ء۴۴۶ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز

ع۲۲ج جناتی اور شیطانی چالوں کا توڑ، ص:۴۰۰۔ دارالابلاغ، لاہور۔

۲۹۷ء۴۴۹ الشیخ غازی عزیز مبارکپوری

ع۱۷ج جنوں اور شیطانوں کی دنیا، جادو کی حقیقت، ص:۳۹۵۔ دارالسلام، ریاض۔

مدارس سے اُٹھے

بعد صدیوں کے یہ سالار مدارس سے اُٹھے
مرحبا! صاحب تلوار مدارس سے اُٹھے
رونقیں منبر و محراب کی پھر تازہ ہوئیں
غلبۂ دین کے آثار مدارس سے اُٹھے
جب بھی باطل نے اُچھالا ہے کوئی سا فتنہ
بادۂ حق کے یہ مَے خوار مدارس سے اُٹھے
جب کبھی دَیر و کلیسا نے بکھیرے کانٹے
دین و ملت کے مددگار مدارس سے اُٹھے
عصمت قوم پہ جب ہاتھ کسی نے ڈالا
غیرت کے یہ شاہکار مدارس سے اُٹھے
نظر بد جب بھی اُٹھی ختم نبوت کی طرف
جانِ عالم کے پرستار مدارس سے اُٹھے
دستِ گستاخ کو جب کوئی شرارت سوجھی
نورِ قرآن کے وفادار مدارس سے اُٹھے
کوئی بھونکے کبھی یارانِ پیغمبر کے خلاف
ان کے عصمت کے نگہدار مدارس سے اُٹھے
ہر کڑے وقت میں امت کے تحفظ کے لیے
قافلۂ حق کے یہ سالار مدارس سے اُٹھے

(انتخاب: قاری محمد حسن سلفی)